عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۴ تا ۱۸ شوال ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۲۲ جون ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۲۳/۲۲

رمضان المبارک کے بعد

مال و دولت

اسلامی نقطۂ نظر سے

سید الشہداء سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری کی حیثیت

س:.......بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری نماز پڑھنے سے زندگی بھر کی نمازیں معاف ہوجاتی ہیں اور وہ لوگ ہر نماز کی الگ الگ جماعت کراتے ہیں۔ مثلاً فجر کی جماعت، پھر ظہر کی جماعت، پھر عصر، مغرب اور عشاء یہ پانچوں نمازوں کے لئے ایک ایک جماعت کراتے ہیں۔ کیا واقعتاً ایسا کرنے سے زندگی بھر نہ پڑھی ہوئی نمازیں معاف ہوجاتی ہیں؟ کیا اس قضائے عمری نماز کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے؟

ج:..... رمضان کے آخری جمعہ کو جو نماز پڑھی جاتی ہے قضائے عمری کے نام سے، اس کا شریعت میں کوئی ثبوت ہی نہیں ہے، یہ محض بے اصل اور بدعت ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا ناجائز ہے اور اس بدعت کا ترک کرنا واجب ہے اور یہ بدعت کئی خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً اس سے لوگوں کو نماز قضا کرنا اور چھوڑ دینا آسان معلوم ہوگا کہ خیر ہے رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری پڑھ لیں گے، ساری نمازیں معاف ہوجائیں گی۔ اسی طرح قضا نمازیں پڑھنے کا شرعاً جو صحیح طریقہ ہے کہ نمازوں کی تعداد کا اندازہ اور حساب کرکے تمام نمازیں ایک ایک کرکے پڑھی جائیں، اس پر لوگ عمل نہیں کریں گے بلکہ قضائے عمری کو کافی سمجھیں گے۔ حالانکہ اس طرح کوئی بھی قضا نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ قضا نمازوں کو اس طرح تداعی وتشہیر اور جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے میں یہ اظہار ہے کہ ہم مسلمان نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کرتے، اللہ کے حکم کو چھوڑ دیتے ہیں جو کہ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا اظہار بھی گناہ ہے۔ اس قسم کی بُرائیاں قضائے عمری میں پائی جاتی ہیں۔ انہی خرابیوں کے ہوتے ہوئے کسی طرح بھی اس بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں۔

رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ

س:...... میں نے رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کا ارتکاب کیا اور ایسا متعدد بار ہوا۔ مجھے اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

ج:...... روزہ کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس پر سچے دل سے توبہ و تائب ہوکر اور استغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دنیا میں ہی معافی مانگنا ضروری ہے ورنہ آخرت میں اس کا شدید وبال اور عذاب ہوگا۔ آپ نے جتنے روزے ہمبستری کرنے سے توڑے ہیں ان کی تعداد کا حساب لگا کر اتنے روزوں کی قضا آپ پر لازم ہے، اس کے علاوہ کفارہ بھی ہے۔ کفارے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر دو الگ الگ رمضانوں میں ہمبستری کرنے سے روزے توڑے گئے ہیں تو ہر رمضان کا علیحدہ کفارہ ہوگا۔ اگر ایک رمضان میں ہی کئی روزے ہمبستری سے توڑے ہیں تو تمام روزوں کا ایک ہی کفارہ ادا کرنا کافی ہوگا اور قضا روزہ رکھنے کے بعد کفارہ کے روزے رکھے، ایک روزہ بھی توڑا ہو تو اس کا کفارہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے اگر بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو پھر ایک روزہ کے بدلہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے یا ہر مسکین کو کھانے کی قیمت جو کہ صدقۂ فطر کے بقدر ہو، دے دی جائے۔ کفارہ کی یہ رقم ہر اس شخص کو دے سکتے ہیں جس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

مجلس

جلد:۳۸ ۱۸تا۲۴رشوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲تا۲۸رجون ۲۰۱۹ء شمارہ:۲۲-۲۳

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

خدام الدین لاہور...... کے مطلوب شمارہ جات	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
رمضان المبارک کے بعد!	۹	الشیخ عبدالرحمن السدیس
مال و دولت..... اسلامی نقطۂ نظر	۱۱	مفتی تنظیم عالم قاسمی
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ (۸)	۱۶	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ
سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	۱۹	جناب محمد متین خالد
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی پروگرامز (۲)	۲۴	ادارہ
تحالی کا چیلنج (۱۵)	۲۶	الحاج اشتیاق احمد مرحوم

ضروری اعلان

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۲۲ اور ۲۳ کو یکجا شائع کیا جارہا ہے۔ قارئین کرام و ایجنسی ہولڈرز حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلویؒ

قیامت

حدیث قدسی ۴۳: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان فقراء و مہاجرین کا استقبال کرو جن کی وجہ سے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کی جاتی تھی فرشتے عرض کریں گے، ہم تیرے آسمان کے رہنے والے اور تیری تسبیح وتقدیس کرنے والے ہم کو ان کے سلام اور استقبال کا حکم دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ میری عبادت کرتے تھے میرے ساتھ شرک نہیں کرتے تھے ان کی وجہ سے دارالاسلام کے قلعوں کی حفاظت کی جاتی تھی اور خطرات کے موقعوں پر ان سے بچاؤ کا کام لیا جاتا تھا اور ان کی تمنائیں اور حاجتیں مرتے وقت تک ان کے سینے سے نہیں نکلتی تھیں، فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہوں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو، بسبب اس کے کہ تم ثابت قدم رہے سو خوب ملا پچھلا گھر۔ (احمد ابو نعیم) یہ وہ معاملہ ہے جو فقرا مجاہدین کے ساتھ ہوگا۔

حدیث قدسی ۴۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ایک دن سرکار دو عالم ہماری مجلس میں تشریف رکھتے تھے ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے جھگڑا کرتے ہوں گے، ایک شخص کہے گا: اے رب! میرے اس بھائی سے میرا وہ حق دلوا جو اس نے ظلماً مجھ سے لیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ کس طرح ہوگا؟ اس کے پاس تو کوئی نیکی باقی نہیں رہی، یہ کہے گا: اے رب! میرے گناہ اس پر لاد دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر رونے لگے اور آپ کی آنکھیں بہنے لگیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ دن ایسا ہی ہے: جس دن لوگ اس بات کے سخت محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہ کوئی اٹھالے اور اپنے ذمہ لے لے، پس اللہ تعالیٰ مظلوم سے فرمائے گا: اپنی نگاہ اوپر اٹھا کر دیکھ، جب یہ نظر اٹھا کر دیکھا گا تو کہے گا: اے رب! یہ سونے چاندی کے شہر اور یہ جواہرات کے مکان کون سے نبی یا کون سے صدیق یا کون سے شہید کے ہیں؟ اللہ فرمائے گا: جو ان کی قیمت ادا کردے، یہ اس کے ہیں، یہ کہے گا: اے رب! اس کا کون مالک ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کو معاف کردینے سے تو مالک ہوسکتا ہے، یہ کہے گا: اے رب! میں نے اپنا حق معاف کردیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اس کو جنت میں داخل کردے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو، دیکھو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح کراتا ہے۔ (حاکم بیہقی)

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

قضا نمازیں

س:...... قضا نمازیں کیا فجر کے وقت میں فجر کی نماز سے پہلے یا فجر کی نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد پڑھی جاسکتی ہیں؟

ج:...... سوال میں ذکر کردہ تینوں اوقات میں صرف نفل نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، قضا نمازیں چونکہ واجب ہیں، اس لئے ان تینوں اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ علماء نے صرف اتنا کہا ہے کہ ان تینوں اوقات میں لوگوں کے سامنے نہ پڑھے، اس لئے کہ اگر ان کے سامنے پڑھے گا تو کوئی نہ کوئی اسے ٹوکے گا کہ ان اوقات میں نوافل نہیں پڑھے جاتے اس صورت میں پڑھنے والوں کو اس ٹوکنے والے پر ظاہر کرنا پڑے گا کہ میں قضا نمازیں پڑھ رہا ہوں اور اس بات کا ظاہر کرنا مومن کی عزت نفس کے خلاف ہے۔

سجدۂ سہو

س:...... سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟

ج:...... سہو کے معنی بھول جانے کے ہیں اور سجدۂ سہو ان دو سجدوں کو کہا جاتا ہے جو نماز کے پورا ہونے پر آخری قعدے میں پوری التحیات پڑھ چکنے پر درود شریف، دعا اور نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ایک طرف سلام پھیرتے ہوئے کئے جاتے ہیں۔

س:... ان دو سجدوں کو کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

ج:...... شریعت کے نماز ادا کرنے کے بتلائے ہوئے طریقے میں کسی ایسی کمی (جیسے کوئی واجب چھوٹ جائے) کے رہ جانے یا کسی عمل کے زیادہ (جیسے کوئی رکن ایک کے بجائے دو مرتبہ ہوجائے) ہوجانے کی وجہ سے نقصان واقع ہوجاتا ہے، یہ نقصان ایسا ہوتا ہے کہ اس سے نماز ٹوٹتی تو نہیں، البتہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے شریعت نے نماز کو ختم کرنے سے پہلے ان دو سجدوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سجدوں کے کرنے کی وجہ سے وہ نقصان پورا ہوجاتا ہے۔

س:...... کیا ہر قسم کی کمی یا زیادتی کے نقصان کو پورا کرنے کیلئے شریعت نے سجدۂ سہو کی اجازت دی ہے؟

ج:...... نہیں! شریعت نے صرف بھول کر دو چیزوں میں سجدۂ سہو بتلایا ہے: (۱) بھول کر کسی فرض یا واجب کے ادا کرنے میں تاخیر ہوجائے، (۲) نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں بھول کر وہ چھوٹ جائیں۔

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ہفت روزہ ”خدام الدین“ و ”ترجمانِ اسلام لاہور“ کے مطلوب شمارہ جات کی فہرست

الحمدللہ و کفٰی و سلام علٰی سید الرسل و خاتم الانبیاء. اما بعد!

ٹیکسلا کے پرانے خانقاہ عالیہ قادریہ شیرانوالہ لاہور کے مسترشد جناب صلاح الدین صاحب آف ٹیکسلا ہفت روزہ خدام الدین لاہور کا اشاریہ مرتب کرنا چاہتے تھے تو انہیں یہ ضرورت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی ”ختم نبوت لائبریری“ ملتان میں لے آئی۔ آپ نے انکشاف کیا کہ خدام الدین لاہور کی مکمل فائل کہیں بھی دستیاب نہیں۔ متفرق بعض شمارے یا بعض جلدیں تو بعض دوستوں کے ہاں دستیاب ہیں لیکن مکمل ریکارڈ ایک جگہ موجود ہو تو، ایسا نہیں ہے۔ یہ سن کر سخت تعجب ہوا کہ ابھی اگر یہ حال ہے تو مرور زمانہ کے ساتھ آگے اس کا ملنا کتنا مشکل ہو جائے گا؟

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے: ہفت روزہ ختم نبوت کا مکمل ۳۷ سالہ ریکارڈ، ماہنامہ لولاک ملتان کا مکمل ۲۲ سالہ ریکارڈ اور اپنی سینکڑوں مطبوعہ کتب، والحمدللہ! انٹرنیٹ پر ڈال دیا ہے اور اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوا۔ جہاں دنیا اس سے استفادہ کر رہی ہے وہاں یہ سارا ریکارڈ محفوظ بھی ہو گیا۔ خیال ہوا کہ لاہور جا کر حضرت میاں محمد اجمل قادری مخدوم زادہ کے ہاں بیٹھ جاؤں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پہلے تو پورا خدام الدین جمع کریں۔ پھر اسے اسکین کرا کے انٹرنیٹ پر چڑھائیں۔ بس اسی سوچ میں تانے بانے جاری تھے کہ ختم نبوت لائبریری ملتان کا رجسٹر منگوایا۔ خدام الدین لاہور، ترجمان اسلام لاہور اور ہفت روزہ چٹان لاہور کے اپنی لائبریری میں موجود ریکارڈ کو ملاحظہ کیا تو حوصلہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ کام ہمیں کرنا چاہئے۔ ایک! تو یہ کہ ہر ایک کی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز آپ کے ہاں اہم ہو وہ دوسرے کے ہاں بھی اس درجہ کی اہم ہو۔ ویسے بھی مثال مشہور ہے: ”پرائی بکری کو کوئی گھاس نہیں ڈالتا۔“

یہ سوچا اور پھر اللہ رب العزت کا نام لے کر ان تینوں رسالوں کی تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ دوستوں نے دل و جان سے اس کار خیر میں بھی حصہ ڈالا کہ جسم کا ”رواں رواں“ ان کا سپاس گزار ہو گیا۔ لیکن بعض جگہ ایسی روح فرسا صورتحال پیش آئی کہ ان کو ذکر کرنے سے جسم کے ساتھ روح کو بھی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ بعض حضرات نے ان رسائل کا ریکارڈ دریا برد کر دیا۔ بعض نے قبرستان میں دفن کرا دیا۔ بعض نے ردی میں دے دیا۔ یہ صورتحال نظر آئی تو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ مگر بایں ہمہ قارئین! بعض حضرات نے لائبریریوں کے ساتھ دل کے دروازے وا کر دیئے۔ جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ کے صاحبزادگان نے جتنا ریکارڈ تھا خوش دلی سے دے دیا۔ ہمارے ڈاکٹر جناب دین محمد فریدی نے دن رات ایک کر کے بہت سارے دوستوں سے مواد اکٹھا کیا۔ ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد یعقوب ہرنولوی کے صاحبزادے مولانا فیض اللہ صاحب نے فقیرؒ کے ساتھ چناب نگر کا سفر

کیا۔ سارا ریکارڈ ہمراہ لیا۔ خوشاب ضلع کے مبلغ مولانا محمد نعیم نے بھی بعض احباب سے ان رسائل کو جمع کیا۔ باقی دوستوں کو رمضان شریف کے بعد درخواست کریں گے۔ مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر لاہور کی دعائیں، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے بجٹ کے اعداد و شمار نے بھی ڈھارس بندھوائی۔ چوہدری والا رکھ ضلع فیصل آباد کے حضرت حافظ فتح شیر صاحب مرحوم کے صاحبزادے کے پاس بھی جو تھا تھما دیا۔ ان شاء اللہ العزیز! مایوسی نہیں ہے۔ بہت سارا ریکارڈ ڈبل، ٹرپل جمع ہوگیا تو اب جناب نگر لائبریری کے لئے دوسرا سیٹ بھی جمع کرنا شروع کردیا ہے۔ خیر پور ٹامیوالی، بہاول پور، میاں چنوں، مانسہرہ سے فون پر پیغامات ملے۔ وہ جندو جان سے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

پہلے مرحلہ پر ریکارڈ جمع کرنا، دوسرے مرحلہ پر اس تمام کو انٹرنیٹ پر ڈالنا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز! آپ کو خوشی ہوگی کہ اس وقت تک اسی (۸۰) فیصد ریکارڈ جمع ہوگیا ہے۔ بقیہ کے لئے جس کے پاس جو ہو مجلس کی لائبریری کو بلا تاخیر ملتان بجھوائیں۔ ہمیشہ کے لئے دے دیں تو صدقہ جاریہ ہے۔ ورنہ استفادے کے بعد چند ہفتوں میں واپس کردی جائیں گی۔ دفتر میں ہفتہ وار خدام الدین لاہور ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کے جو شمارہ جات آج ۱۳ رمئی ۲۰۱۹ء تک موجود ہیں ان کے علاوہ مطلوب شماروں کی فہرست پیش خدمت ہے۔ جس کے حصول کے لئے مدد درکار ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور:

جلد نمبر:۱....... شمارہ نمبر ۱ تا ۵۲ مکمل پہلی جلد درکار ہے۔

جلد نمبر:۲....... شمارہ نمبر ۱ تا ۵۲ میں سے شمارہ نمبر ۲۷ تا ۳۳، مؤرخہ ۱۶ رنومبر تا ۲۸ ردسمبر ۱۹۵۶ء کے یہ کل ۷ شمارے مل جائیں تو جلد نمبر ۲ ہمارے پاس مکمل ہوجائے گی۔

جلد نمبر:۱۰....... صرف مؤرخہ ۲۳ راپریل ۱۹۶۵ء کا شمارہ درکار ہے۔

جلد نمبر:۱۴....... شمارہ نمبر ۴۰ مؤرخہ ۷ رفروری ۱۹۶۹ء درکار ہے۔

جلد نمبر:۱۷....... شمارہ نمبر ۲۹، مؤرخہ ۲۶ رنومبر ۱۹۷۱ء درکار ہے۔

جلد نمبر:۱۹....... شمارہ ۱۹، ۲۳، مؤرخہ ۵ راکتوبر اور ۲ رنومبر ۱۹۷۳ء کل دو عدد شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۰....... شمارہ نمبر ۳۱، مؤرخہ ۲۷ ردسمبر ۱۹۷۴ء درکار ہے۔

جلد نمبر:۲۱....... شمارہ ۱۵ سے شمارہ ۵۲ تک مؤرخہ ۶ رستمبر ۱۹۷۵ء تا مئی ۱۹۷۶ء کل ۳۸ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۲....... شمارہ نمبر ۱۳، ۱۹، ۲۳، ۵۰، مؤرخہ ۲۰ راگست، یکم راکتوبر، ۵ رنومبر ۱۹۷۶ء اور ۶ رمئی ۱۹۷۷ء کل چار شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۳....... شمارہ ۳۰ تا ۴۴، مؤرخہ ۱۰ رفروری تا ۱۹ رمئی ۱۹۷۸ء کل ۱۵ رشمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۴....... شمارہ نمبر ۲ تا ۱۸ اور شمارہ ۳۲ تا ۳۷، مؤرخہ اگست تا ۳ رنومبر ۱۹۷۸ء، فروری و مارچ ۱۹۷۹ء کل ۲۳ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۵....... شمارہ نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۳۱ اور ۴۰، مؤرخہ ۲۶ راکتوبر، ۲، ۹، ۲۳ اور ۳۰ رنومبر، ۲۸ ردسمبر ۱۹۷۹ء، یکم فروری، ۴ راپریل ۱۹۸۰ء کل آٹھ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۶....... شمارہ نمبر ۲۷، ۲۹، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۴۰، مؤرخہ ۲ و ۱۶ رجنوری، ۶ و ۲۰ رفروری، ۶ رمارچ، ۳ راپریل ۱۹۸۱ء۔ کل ۶ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۷....... شمارہ نمبر ۲، ۱۲، ۱۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، مؤرخہ ۱۰ رجولائی، ۱۳ رستمبر، ۳۰ راکتوبر ۱۹۸۰ء، ۱۵ رجنوری تا ۵ رفروری ۱۹۸۱ء کل ۷ شمارے

درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۸...... شمارہ ۱، ۲، ۷، ۲۴، مؤرخہ ۲، ۹ر جولائی، ۱۳ر اگست، ۱۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء کل چار شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۹...... شمارہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۵، مؤرخہ ۲۳، ۳۰ر ستمبر، ۷، ۲۸ر اکتوبر ۱۹۸۳ء، ۲۲ر جون ۱۹۸۴ء۔ کل پانچ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۰...... شمارہ نمبر ۳۳ تا ۴۱، ۴۵، ۴۸ تا ۵۰، مؤرخہ ۲۲ر فروری تا ۱۹ر اپریل، ۱۴ تا ۲۹ر جون ۱۹۸۵ء۔ کل ۱۳ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۱...... شمارہ نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵۔ مؤرخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۵ء تا ۳ر جنوری ۱۹۸۶ء۔ کل چار شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۲...... شمارہ نمبر ۲۷، مؤرخہ ۱۶ر جنوری ۱۹۸۷ء کا ایک شمارہ درکار ہے۔

جلد نمبر:۳۳...... شمارہ نمبر ۴۰، مؤرخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۸۸ء کا ایک شمارہ درکار ہے۔

جلد نمبر:۳۴...... شمارہ نمبر ۲، ۳، ۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، مؤرخہ ۲۲، ۲۹ر جولائی، ۵ر اگست، ۲۸ر اکتوبر، ۴ر نومبر، ۱۱ر نومبر ۱۹۸۸ء۔ کل ۶ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۵...... شمارہ نمبر ۲، ۲۱، ۲۲، مؤرخہ ۲۰ر جولائی، یکم ر اکتوبر، ۸ر اکتوبر، ۱۹۸۹ء۔ کل تین شمارے درکار ہیں۔

نوٹ: خدام الدین کی جلد ۳۵ مؤرخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۹۰ء کو مکمل ہوئی۔ اس کے بعد ۲۰ر جولائی ۱۹۹۰ء سے جلد نمبر ۳۶ کا آغاز ہو رہا ہے۔ وہاں سے لے کر ۱۴ر مئی ۲۰۱۹ء تک خدام الدین کی جلدوں کا ریکارڈ غیر مرتب شدہ ہے۔ اس لئے خدام الدین کا تمام ریکارڈ ابھی تک کمپیوٹر پر بھی نہیں ڈالا۔ اس کے لئے قارئین سے استدعا ہے کہ جلد ۳۶ کے آغاز سے تا امروز جملہ ریکارڈ مطلوب ہے۔ زائد از ضرورت واپس کر دیں گے۔ اس کے لئے فوری طور پر اس فہرست کو سامنے رکھ کر تمام مطلوب شمارہ جات کے حصول کے لئے مدد فرمائیں۔

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور:

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا تاسیسی اجلاس ۱۹۵۶ء میں ملتان منعقد ہوا، جس میں امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوری امیر مرکزیہ اور مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم عمومی منتخب ہوئے۔

جون ۱۹۵۷ء سے سہ روزہ ترجمان اسلام لاہور سے جاری ہوا۔ تین سال تک یہ سہ روزہ رہا۔ (درمیان میں چار ماہ فوجی حکومت نے بند بھی کر دیا تھا) ۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء کو بجائے سہ روزہ کے اس کو ہفت روزہ شائع کرنا شروع کیا۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی کے فرمائے مطابق یہ ۱۹۹۰ء میں شائع ہونا بند ہو گیا۔ بعد میں مولانا میاں محمد اجمل قادری نے طبع آزمائی کی۔ لیکن ان کے ہاتھوں بالآخر یہ دم توڑ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۱۹۵۷ء آغاز سے ۱۹۹۰ء اختتام تک ۳۳ سال بنتے ہیں۔ حضرت میاں محمد اجمل قادری صاحب کے دوسالہ دور کو بھی شامل کیا جائے تو ۳۵ جلدیں بنتی ہیں اور ۳۵ جلدوں کا ناتمام ریکارڈ عالمی مجلس کی لائبریری میں جیسے کچھ موجود نہ ہونے کے جو ہے غنیمت کے بمطابق موجود ہے۔ لیکن اس کی جلد نمبر ۱: سے جلد نمبر: ۳ سہ روزہ کی تین فائلیں اور جلد نمبر: ۴ کے موجودہ شمارہ جات بھی نامکمل اور بہت ناکافی ہیں۔ براہ کرم جلد نمبر ۱: سے اختتام جلد نمبر: ۴ کے شمارہ جات مکمل درکار ہیں۔ مدد کی درخواست ہے۔

جلد نمبر:۷...... شمارہ نمبر ۴۹، مؤرخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء درکار ہے۔

جلد نمبر:۱۴...... شمارہ نمبر ۲۱، مؤرخہ ۲۷ر مئی ۱۹۷۱ء درکار ہے۔

جلد نمبر:۱۵...... شمارہ نمبر ۱ تا ۱۷، اجنوری تا مئی ۱۹۷۲ء درکار ہیں۔

جلد نمبر:۱۶...... شمارہ نمبر۲، ۳۶، مؤرخہ ۱۲؍جنوری و ۱۴؍ستمبر ۱۹۷۳ء، دو شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۱۷...... شمارہ ۳۵تا۳۸، ۴۱، ۴۲، مؤرخہ ۲۵؍اکتوبر تا ۱۴؍نومبر، ۲۰، ۲۷؍دسمبر ۱۹۷۴ء کل ۶ عدد شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۱۹...... شمارہ نمبر ۲۵، ۴۹، مؤرخہ ۱۸؍جون، ۱۰؍دسمبر ۱۹۷۶ء کل دو شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۰...... شمارہ نمبر ۱۷، ۲۶تا۳۲، ۴۸، مؤرخہ ۲۹؍اپریل، یکم؍جولائی تا ۱۰؍اگست، ۲۵؍نومبر ۱۹۷۷ء کل ۹ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۱...... شمارہ نمبر ۱۰ و ۳۵، مؤرخہ ۳۰؍مارچ و ۷؍ستمبر ۱۹۷۸ء کل دو شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۲...... شمارہ نمبر ۲۴، ۳۸، ۵۲، مؤرخہ ۱۶؍جون، ۲۷؍ستمبر و ۲۸؍دسمبر ۱۹۷۹ء کل تین شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۳...... شمارہ نمبر ۲۲تا۵۲، مؤرخہ ۶؍جون تا ۳۱؍دسمبر ۱۹۸۰ء کل ۳۱ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۴...... شمارہ نمبر ۱تا۴، ۶، ۷، ۱۰تا۱۹، ۲۲، ۳۵، ۳۸، مؤرخہ یکم جنوری تا ۲۸؍جنوری، ۶، ۱۳؍فروری، ۵؍مارچ تا ۸؍مئی، ۲۹؍مئی، ۲۷؍اگست، ۱۷؍ستمبر ۱۹۸۱ء کل ۱۹ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۵...... شمارہ نمبر ۱، ۲، ۱۱، ۱۶، ۲۴، ۲۵، ۲۸تا۳۲، ۳۷، ۴۰ تا ۴۶، ۴۹ تا ۵۱، مؤرخہ یکم، ۸؍جنوری، ۱۲؍مارچ، ۱۶؍اپریل، ۱۳، ۱۸؍جون، ۹؍جولائی تا ۶؍اگست، ۳۰؍ستمبر، یکم اکتوبر تا ۱۲؍نومبر، ۲۶؍نومبر تا ۲۳؍دسمبر ۱۹۸۲ء کل ۲۲ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۶...... شمارہ نمبر ۱، ۴، ۶، ۱۰، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۴، ۳۰، ۳۳، ۳۴، ۳۹، ۴۰، ۵۰، مؤرخہ یکم جنوری، ۲۱؍جنوری، ۴؍فروری، ۱۱؍مارچ، ۱۵؍اپریل، ۶ و ۱۳؍مئی، ۱۵؍جون، ۲۹؍جولائی، ۱۹ و ۲۶؍اگست، ۲۹؍ستمبر، ۵؍اکتوبر، ۲۳؍دسمبر ۱۹۸۳ء کل ۱۴ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۲۷...... نہ ہونے کے مترادف ہے۔ مکمل فائل درکار ہے۔

جلد نمبر:۲۸، ۲۹...... سرے سے موجود نہیں۔ اگر شائع ہوئی ہیں تو مکمل درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۰...... شمارہ نمبر ۱تا۱۷، ۳۱، ۴۷ مؤرخہ ۵؍جنوری تا یکم؍مئی، ۷؍اگست، ۲۷؍نومبر ۱۹۸۷ء کل ۱۹ شمارہ جات درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۱...... شمارہ نمبر ۲۶، ۲۷، ۴۹تا۵۲، مؤرخہ ۳۱؍جون، ۸؍جولائی، ۲تا۲۳؍دسمبر ۱۹۸۸ء کل ۶ شمارے درکار ہیں۔

جلد نمبر:۳۲...... شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲، ۴۴، ۴۵، مؤرخہ ۱۷ و ۲۴؍مارچ اور ۳ و ۱۰؍نومبر موجود ہیں۔ گویا چار مذکورہ بالا شمارہ جات کے علاوہ مکمل فائل درکار ہے۔

جلد نمبر:۳۳، ۳۴...... سرے سے موجود نہیں۔

جلد نمبر:۳۵...... شمارہ نمبر ۱ تا ۹، ۱۲ تا ۱۹، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۳۰، ۳۷ تا آخر، مؤرخہ یکم جنوری، ۱۳؍مارچ، ۳؍اپریل تا ۸؍مئی، ۲۹؍مئی، ۱۲؍جون، ۱۹؍جون، ۲۴؍جولائی، ۹؍اکتوبر تا آخر ۱۹۹۲ء۔

اس کے بعد چھپنا ہی بند ہوگیا۔ آخری ۱۰ جلدوں میں زیادہ شارٹ ہیں۔ یہ جمعیۃ کے انتشار کا زمانہ ہے۔ بہت سارے تو شمارے ایسے ہیں جو شائع نہیں ہوئے۔ اس طرح نقیب ملت لاہور، جمعیۃ کے ترجمان کے طور پر پھر ماہنامہ الجمعیۃ شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کی فائلوں کے لئے پھر کاسہ گدائی لے کر حاضری ہوگی۔ اس پر بس کرتا ہوں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

رمضان المبارک کے بعد!

امام حرم الشیخ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز السدیس حفظہ اللہ

حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ:

مسلمانو! کل ہی کی بات ہے کہ امت اسلامیہ نے ایک عظیم مہینہ اور انتہائی کرم والے موسم کو الوداع کیا ہے، جس کے فراق سے مومن کے دل غمناک ہیں، وہ موسم و مہینہ، ماہ رمضان المبارک ہے۔ اس نے اپنا بوریا بستر لپیٹا اور پا بہ رکاب ہو کر چل نکلا ہے، شب و روز کا سلسلہ جاری ہے۔ ماہ و سال بھی آتے اور جاتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ اللہ کی زمین اور اس میں موجود تمام اشیاء کے اکیلے وارث رہ جانے (روز قیامت) تک جاری رہے گا اور اللہ تمام وارثوں میں سے بہترین وارث ہے۔

برادران ایمان! اب ماہ رمضان کے بعد کیا کریں؟

روزے نے روزہ داروں کے دل پر جو اثرات مرتب کئے ہیں وہ کیا ہیں تاکہ ہم انہی کے حوالے سے اپنے حال کا جائزہ لے سکیں، اپنی ذات، اپنے معاشرے اور اپنی امت کے حال پر غور و تامل کر سکیں اور رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد کے حال میں مقارنہ و موازنہ کر سکیں؟

کیا تقویٰ سے ہمارے دل بھر گئے ہیں؟

کیا ہمارے عمل درست ہو گئے ہیں؟

کیا ہمارے اخلاق سنور گئے؟

کیا ہمارا کردار سدھر گیا؟

کیا ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو گیا اور اپنے دشمنوں کے خلاف ہماری صفوں میں وحدت و یگانگت آ گئی؟

اور ہمارے دلوں سے باہمی حقد و بغض اور نفرتیں مٹ گئیں؟

کیا ہمارے خاندانوں اور معاشروں سے منکرات و محرمات اور برائیوں کا خاتمہ ہو گیا؟

مسلمانو! اے وہ لوگو! جنہوں نے ماہ رمضان میں اپنے رب کے حکم پر لبیک کہا، اس کے حکم پر ہر وقت ہر ماہ اور ہر سال لبیک کہتے رہو چنانچہ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''قبل اس کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آ جائے جو ٹلے گا نہیں، اپنے رب کا حکم قبول کرو۔'' (الشوریٰ:۴۷)

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہمارے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں؟ اور ہم سب متحد ہو کر صراط مستقیم پر چلنے کو اختیار کر لیں؟

اللہ کے بندو! ایسی نصوص شرعیہ موجود ہیں جو اس بات کا حکم دیتی ہیں کہ اللہ کی عبادت اور اس کی شریعت پر استقامت ہر وقت اور ہر جگہ ہونی چاہئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''مومن کے عمل کی انتہا تو صرف موت ہی ہے۔ اللہ کا یہ ارشاد پڑھ کر دیکھ لو۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور اپنے رب کی عبادت کئے جاؤ، یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔'' (الحجر:۹۹)

حضرت بشر حافیؒ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ رمضان آ جانے پر بڑی محنت سے عبادت کرتے ہیں اور جب رمضان گزر جاتا ہے تو وہ محنت چھوڑ دیتے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا: ''وہ بہت ہی برے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو صرف ماہ رمضان میں ہی پہچانتے ہیں۔''

برادران ایمان!

ماہ رمضان کے روزے اور راتوں کے قیام کی توفیق جیسی نعمت پر اللہ کا شکر یہ ہے کہ مسلمان اپنی ساری زندگی میں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر کاربند رہے۔ کیونکہ وہی معبود حقیقی ہے جس کے ماہ رمضان میں روزے رکھے اور عبادت کی جاتی ہے وہ اللہ ہی باقی زمانوں اور مہینوں میں بھی الٰہ و معبود ہے اور نیکی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد بھی نیکی کرے۔ اور کفران نعمت یا عمل کے رد کر دیئے جانے کی نشانی یہ ہے کہ بندہ اطاعت شعاری چھوڑ کر پھر معصیت و گناہ کی راہ اختیار کر لے۔

حضرت کعبؒ کہتے ہیں:

''جس نے روزہ رکھا اور دل میں یہ نیت بھی کر لی جب ماہ رمضان گزر گیا تو پھر سے اللہ کی نافرمانی و معصیت شروع کر دے گا۔ اس کا روزہ رد کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے باب توفیق بند کر دیا جاتا ہے۔''

آج کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کی ماہ

رمضان میں اور رمضان کے بعد کی حالت کو دیکھنے والا شخص سخت افسوس میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ بعض لوگ (اللہ انہیں ہدایت دے) ماہ رمضان کے گزرتے ہی مساجد میں آمد و رفت چھوڑ دیتے ہیں۔ نماز با جماعت کا اہتمام ترک کر دیتے ہیں۔ نمازوں میں سستی برتنے لگتے ہیں اور کئی بر و اطاعت کے کاموں مثلاً تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، دعا و مناجات، صدقہ و خیرات، غریبوں اور قرابت داروں سے حسن سلوک کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور طرح طرح کی معصیت و نافرمانی منکرات و فواحش اور محرمات کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کام بہت سارے لوگوں کے ایمان کے ضعف و کمزوری کی دلیل ہیں۔

اللہ کے بندو!

ہمیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور ماہ رمضان میں ہم نے جو نیک اعمال سرانجام دیئے ہیں ان کی عمارت کو یوں مسمار نہیں کرنا چاہئے۔ اے وہ لوگو! جنہوں نے رمضان کے بعد پھر سے گناہ کی زندگی اختیار کر لینے کا عزم کر رکھا ہے، اللہ سے ڈرو، رمضان اور باقی مہینوں کا رب ایک ہی ہے اور وہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھنے والا شاہد و رقیب ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

’’بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگران (تمہیں دیکھ رہا) ہے۔‘‘ (النساء:۱)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

’’اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کر کے سوت کاتا اور پھر اسے توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے (ریشہ ریشہ) کر ڈالا۔‘‘ (النحل:۹۲)

ہم ہر وہ نیکی کی توفیق پانے کے بعد اس کو ترک کر دینے کی روش سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے نوجوان امت!

اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اس کی طرف رجوع کریں اور رمضان المبارک کے گزر جانے کے بعد اپنے اوقات کی حفاظت کریں اور انہیں اللہ کی اطاعت و عبادت میں صرف کریں۔ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا لوگوں کے کرتوتوں سے متاثر نہ ہوں اور ہر اس فعل و حرکت سے بچیں جو ان کے دین و اخلاقی اقدار کے لئے بدنامی کا باعث ہو اور ان کے دلوں میں ایمان کو کمزور کرے اور ایسے بیہودہ چیز دیکھنا، سننا اور پڑھنا بند کر دیں جو دلوں، اعمال اور اخلاق کو خراب کرنے والی ہے اور ایسی چیزیں آج کل ذرائع ابلاغ بکثرت نشر کر رہے ہیں جو کہ اللہ عزوجل کی معصیت و نافرمانی کے ضمن میں آتی ہیں اور نوجوانوں کو برے اخلاق کے مالک ساتھیوں کی رفاقت سے بھی بچنا چاہئے۔

اے خاتون مسلم!

ان کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور ماہ رمضان کے گزر جانے کے بعد بھی حجاب و پردہ، عفت و عصمت اور شرافت و حشمت کے تحفظ پر کاربند رہیں اور گمراہی و فتنہ کی طرف دعوت دینے والے لوگوں کے دام ہمرنگ زمین سے بچ کر رہیں۔

اور خاندانوں کے سربراہوں اور سرپرستوں کو بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہئے اور اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھانا چاہئے اور اپنی امانتوں (زیر نگرانی لوگوں) کی حفاظت کرنی چاہئے ان کی تعلیم و تربیت، نگرانی اور ان پر توجہ دینی چاہئے تاکہ اس ارشاد الٰہی پر عمل ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو نار (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔‘‘ (التحریم:٦)

ماہ رمضان کے روزوں کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کریں جب اہل خیر و ثروت اور تاجر پیشہ لوگ تجارت کے گزر جانے کے بعد اپنے نفع کی جانچ پڑتال کرتے ہیں تو اللہ کے ساتھ اعمال صالحہ سے تجارت کرنے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی نفع و فائدہ کی جانچ پڑتال کریں، اور اس بات پر بھی نظر دوڑاؤ کہ آپ نے اس ماہ رمضان میں اپنے لئے آگے کیا بھیجا ہے، اور رمضان کے گزر جانے کے بعد بھی اعمال صالحہ کا رویہ جاری رکھو بلکہ اس میں مزید اضافہ کرو اور طرح طرح کی اطاعت و عبادات سے اللہ کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں رہو، اللہ کی قسم آخرت کے بازاروں میں نفع دینے والی تجارت یہی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

’’اے ایمان والو! اللہ اور (اس کے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔‘‘ (سورۂ محمد:۳۳)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(اقتباس خطبہ: الشیخ عبد الرحمن السدیس، مسجد الحرام، مکۃ المکرمہ)

مال و دولت...... اسلامی نقطۂ نظر

مفتی تنظیم عالم قاسمی

انسان کا مقصد حیات آخرت کی کامیابی ہے، اسی کے لئے محنت اور جد و جہد کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، جو شخص ایمان اور عمل صالح کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا وہ کامیاب ہے؛ اس لئے کہ اسے جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی اور ہمیشہ ہمیش رہنے والی راحتیں میسر ہوں گی، جن سے بڑھ کر راحت اور سعادت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ آخرت کی طرف ہمیشہ متوجہ رہے اور اس کی ساری سرگرمیاں عذاب قبر سے نجات اور رضائے الٰہی کے لئے ہوں، جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے خوفناک عذاب پر یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں الجھ کر رہ جائیں اور دنیوی عیش و عشرت میں ڈوب کر آخرت فراموش کردی جائے، جو بھی ایسا کرتا ہے یقیناً وہ خسارے میں ہے، دنیا پر اعتماد اور للچائی ہوئی نظر رکھنے والوں کو خدا نے خبردار کیا ہے:

"یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔" (فاطر:۵)

ترجمہ: "لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے؛ لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔"

مرنے کے بعد خدا کے سامنے پیشی اور جواب دہی کا ہمیشہ استحضار رہنا چاہئے، اس سے دنیا کی محبت کم ہوگی اور شیاطین کی گرفت سے محفوظ رہنا آسان ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی آسائشوں اور یہاں کے وسائل کو اپنی حیات کا مقصد اور ساری سرگرمیوں کا مرکز بنالیا جائے، جب کوئی انسان دنیوی عہدوں اور دنیوی مال و دولت کو اپنی توجہ و دلچسپی کا مرکز بنالیتا ہے اور اسے ایک مشن کے طور پر حاصل کرنا شروع کرتا ہے تو خدا اور اس کے رسول سے خود بخود اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور شریعت کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے، پھر وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے: اس لئے کہ اس کی رگوں میں دنیا کی لذت بیٹھنے کی وجہ سے خدا کا خوف ختم ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کسی کو خدا کا خوف اور کسی گرفت کا احساس نہ ہو تو اسے گناہوں اور بے حیائیوں سے کوئی طاقت نہیں بچاسکتی، آج جتنے جرائم اور بدکاریاں ہورہی ہیں، تمام کے پیچھے یہی دنیا کی محبت کارفرما نظر آئے گی، قتل وقتال، لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، چوری اور ڈاکہ زنی، قطع رحمی، عداوت اور دشمنی وغیرہ کی بنیاد کو کریدا جائے اور ان کی تہوں کا جائزہ لیا جائے تو ان سب کی اساس دنیا کی محبت ہی نظر آئے گی، اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ۔" (کنز العمال، حدیث نمبر: ۶۱۱۴) "دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔"

بہر حال قرآن کی مختلف آیات اور متعدد ارشادات رسول میں دنیا کی مذمت اور اس کے طلب گار کی قباحت بیان کی گئی ہے؛ مگر سوال یہ ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے دنیوی اسباب اور مال و دولت کے بغیر گزارہ بھی نہیں ہوسکتا، ہر انسان کے ساتھ کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات زندگی لگی ہوئی ہیں، پھر ان کی تکمیل کس طرح ہوگی؟ کسی معاش اور دنیوی محنت و جدوجہد کے بغیر انسانی حاجتوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ شریعت اسلامی نے دوسروں کے سہارے زندگی گزارنے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے منع کیا ہے، مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اپنے گزر بسر کے لئے خود اپنے ہاتھ سے کمائیں اور محنت کریں، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں؛ چنانچہ حدیث میں ہے کہ: "ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ سے کچھ سوال کیا، آپ نے دریافت فرمایا: تمہارے گھر میں کچھ سامان بھی ہے؟ صحابی نے کہا: یارسول اللہ! صرف دو چیزیں ہیں، ایک ٹاٹ کا بچھونا ہے، جس کو ہم اوڑھتے بھی

ہیں اور بچھاتے بھی ہیں اور ایک پانی کا پیالہ ہے، آپ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ، وہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوگئے، آپ نے وہ دونوں چیزیں دو درہم میں نیلام کردیں اور دونوں درہم ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: جاؤ ایک درہم سے تو کچھ کھانے پینے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دے آؤ اور ایک درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر لاؤ، وہ کلہاڑی لے کر آئے تو آپ نے کلہاڑی میں اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایا اور فرمایا: جاؤ، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور بازار میں بیچو، پندرہ دن کے بعد ہمارے پاس آ کر روداد سنانا۔ پندرہ دن کے بعد صحابی رضی اللہ عنہ جب حاضر ہوئے تو انہوں نے دس درہم جمع کرلئے تھے، آپ خوش ہوئے اور فرمایا یہ محنت کی کمائی تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور قیامت کے روز تمہارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔‘‘ (صحیح البخاری)

بھیک مانگنا اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنا باعث ذلت ہے، اس سے حد درجہ احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس ٹاٹ اور ایک پیالہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا؛ لیکن کمانے کی قوت تھی؛ اس لئے آپ نے ایسی ترکیب نکالی وہ اپنے ہاتھوں خود اپنی ضروریات کی تکمیل کرلے اور آئندہ اس طرح طاقت رکھنے والے افراد کسی کے سامنے بھیک مانگنے کی جرأت نہ کریں، خواہ ان کے پاس ظاہری اسباب کچھ بھی نہ ہوں، پھر بھی اپنے ہاتھوں سے کمانے اور محنت کرنے کی عادت ڈالیں اور خود اپنے کسب معاش سے گزر بسر کریں، اس طرح یہ دنیا میں ذلت و خواری سے محفوظ رہیں گے اور قیامت کے دن بھی رسوائی سے انھیں نجات ملے گی؛ اس لئے کہ قیامت کے دن بھیک مانگنے والوں کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے بغیر انسان کا جینا مشکل ہے: بلکہ دنیوی تنگی کے سبب موجودہ دور میں ایمانی تقاضوں کی تکمیل بھی مشکل ہوگئی ہے، مشہور بزرگ اور معروف محدث حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے تجربات کی روشنی میں بہت ہی معقول اور صحیح بات کہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ’’اب سے پہلے دور نبوت وخلافت میں مال ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا؛ لیکن ہمارے اس زمانہ میں مال مؤمن کی ڈھال ہے اور فرمایا کہ اگر ہمارے پاس آج یہ درہم و دینار نہ ہوتے تو بادشاہ وامراء ہم کو اپنا رومال بنالیتے (یعنی باطل اغراض میں استعمال کرتے) آج جس شخص کے پاس یہ درہم و دینار ہوں تو انہیں اچھی حالت میں رکھے: کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر آدمی محتاج وتنگدست ہوجائے تو سب سے پہلے وہ اپنا دین بیچ دے گا۔‘‘ (طبرانی)

مال ودولت ایسی چیز ہے جس کے لالچ میں انسان اپنے ایمان کو بیچ ڈالتا ہے، اپنے مسلک کو تبدیل کرلیتا ہے، دلوں میں نفاق اور ذہنوں میں کدورت بیٹھ جاتی ہے، ایک شخص مالی محتاج ہونے کی وجہ سے ارباب دولت وثروت کو اسلام کے پیغام حق سے واقف نہیں کراسکتا، ان کی ناراضگی اور ہدایا و تحائف کے بند کردینے کے اندیشے ہوتے ہیں، عہدیداروں سے وہ آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کرسکتا کہ بہت سے خطرات دل میں پیدا ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک شخص کے دل میں دوسروں کے مال و دولت کا حرص پیدا ہو اور دنیوی عہدوں سے مرعوب ہوتا ہو تو وہ دعوت وتبلیغ کا کام کیا انجام دے سکتا ہے: بلکہ ایسے افراد کا دین پر قائم رہنا بھی مشکل ہوجاتا ہے، آج کل قادیانیت وعیسائیت کی تبلیغ دیہات اور دور افتادہ گاؤں میں صرف پیسوں کی بنیاد پر کامیاب ہے، وہ کمزور اور ضرورت مند مسلمانوں کو مختلف چیزوں کا لالچ دیتے ہیں، بلاسودی قرضے فراہم کرتے ہیں، راحتوں کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں؛ اس لئے بہت سے کمزور عقائد رکھنے والے مسلمان اپنا ایمان تبدیل کرلیتے ہیں اور وہ ایمان کی دولت عظمیٰ سے محروم ہوکر کفر اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں: اس لئے شریعت اسلامی نے اپنے پیروکاروں کو حلال پیسے حاصل کرنے اور اس کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کی نہ صرف اجازت؛ بلکہ بعض جگہوں میں اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، سورہ جمعہ میں ارشاد باری ہے:

’’فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ‘‘ (الجمعہ: ۱۰)

ترجمہ: ’’پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد ہے:

’’وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ

إِلَيْكَ...." (القصص:۷۷)

ترجمہ:"جو مال اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر، احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔"

مذکورہ دونوں آیات میں دنیا کے حصول اور رزق کی تلاش کرنے کی صاف طور پر ہدایت دی گئی ہے؛ البتہ خدا کے حقوق یاد رکھنے اور اس کے ذکر کی بھی تلقین کی گئی: تاکہ لوگ دنیا کمانے میں کہیں اپنے رب اور حقیقی وابدی دولت وسعادت سے محروم نہ ہو جائیں، قرآن نے مسلمانوں کو جو دعائیں سکھائی ہیں، ان میں ایک مشہور دعا یہ بھی ہے:

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔" (البقرہ:۲۰۱)

ترجمہ:"اے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔"

اس دعا میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ آخرت کی اچھائی سے پہلے دنیا کی بھلائی اور اچھائی طلب کرنے کا تذکرہ ہے، پھر بعد میں جہنم سے نجات کا تذکرہ: اس لئے کہ آخرت سے پہلے دنیوی زندگی ہے، اگر اس زندگی میں کسب حلال اور جائز محنتوں کے ذریعہ مال ودولت حاصل کی جائے تو ایمان میں استحکام واستقامت نصیب ہوگی اور عبادات میں ذہنی سکون ملے گا، بندوں کے حقوق ادا ہوں گے، صلہ رحمی کا موقع ہاتھ آئے گا اور بہت سے رفاہی ودینی امور اس کے ذریعہ انجام دیے جا سکتے ہیں اور اگر دنیوی حالت ہی اچھی نہیں رہی تو کسب معاش میں ہی لوگ پریشان رہیں گے، اہل خانہ اور ماتحتوں کی ضرورت ہی میں مصروف نظر آئیں گے، وہ کب اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی فکر کر سکیں گے، بالخصوص عہد صحابہ کے بعد اس کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے، قرون اولیٰ میں لوگوں کا ایمان مضبوط ومستحکم تھا، وہ فاقے میں رہ کر بھی خدا کو یاد رکھتے، پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی جہاد میں مصروف رہتے اور اپنے مقدر پر انہیں ناز ہوا کرتا تھا؛ لیکن بدلتے حالات کے ساتھ اب نظریات اور خیالات بدل گئے، اب وہ استقامت وایمان کی مضبوطی نہ ہونے کی وجہ سے دنیوی اچھائی کے بغیر ایمانی راہوں سے گزرنا اور ایمانی تقاضوں کی تکمیل ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے؛ اس لئے قرآن نے قیامت تک آنے والی انسانیت کے کمزور پہلو پر نظر رکھتے ہوئے جائز دائرے میں دنیا کے حصول کی بھی تعلیم دی ہے۔

تاہم دنیا کے حصول اور اس سے بے نیازی کے درمیان بہت نازک فرق ہے، جس کی رعایت اہل ایمان کے لئے نہایت ضروری ہے، دنیا کے بغیر انسان کا گذارہ بھی نہیں ہے اور دنیا سے اجتناب کی بھی تعلیم دی گئی ہے، دونوں کو جمع کرتے ہوئے مولانا رومی نے اچھی مثال دی ہے کہ: "انسان کی مثال کشتی جیسی ہے اور دنیا کی مثال پانی جیسی" جیسے پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی، اسی طرح انسان کے زندہ رہنے کے لئے دنیا اور اس کے اسباب چاہئے، اس کے بغیر گزر بسر مشکل ہے؛ لیکن جس طرح پانی کشتی کے لئے اس وقت تک مفید ہے جب تک پانی کشتی کے اردگرد ہے، اگر پانی اردگرد اور نیچے رہنے کے بجائے کشتی کے اندر چلا جائے تو کشتی ڈوب جائے گی، اسی طرح یہ دنیوی اسباب ووسائل جب تک دل ودماغ سے باہر ہیں اور محض ان کو زندگی گزارنے کے لئے سہارا اور نفع کے درجے میں رکھے جائیں؛ لیکن جب دنیا سے محبت کی جائے اور مال ودولت کو اپنے دل ودماغ میں بسالیا جائے تو یہی دنیا اب نفع کے بجائے نقصان کا باعث بن جائے گی، اسلام نے مال دار بننے اور زیادہ دولت کما کر پروقار زندگی گزارنے سے منع نہیں کیا ہے، ہاں اتنا حکم ضرور ہے کہ دنیوی خزانوں میں بیٹھ کر بھی دل میں تواضع رہے، اللہ کا خوف پایا جائے، رب اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں، جب مسجد کے منارے سے اذان کی آواز سنائی دے تو اپنی دکانیں اور کمپنیوں کے دروازے بند کر کے مسجد کی طرف دوڑ پڑیں، اگر یہ کیفیت دل میں پائی جائے تو دولت اور جائیداد تقویٰ کی منافی نہیں ہوگی اور نہ اس سے صالحیت متاثر ہوگی؛ بلکہ اگر نیک جذبات دولت کے حصول اور کسب معاش میں کارفرما ہوں تو یہ عین عبادت اور بڑے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی گزرا، صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت متحرک ہے اور پوری دلچسپی لے رہا ہے، تو آنحضور سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں شمار ہوگی اور اگر بوڑھے والدین کی پرورش کے لئے کوشش کر رہا ہے تو یہ بھی فی

سبیل اللہ شمار ہوگی اور اگر اپنی ذات کے لئے کوشش کر رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے تو یہ کوشش بھی فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگی۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:۲۸۲)

اللہ کا بندوں پر خاص کرم ہے کہ اس نے اخلاص کی اساس پر ان کی پوری زندگی کو عبادت قرار دیا ہے، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا اور زندگی کی دوسری سرگرمیاں اگر اس نیت سے کی جائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے، اس کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرنا ہمارا فریضہ ہے، اگرچہ اس میں خالص ہمارا نفع ہے؛ لیکن اسے عین عبادت اور عین ثواب قرار دیا جائے گا، اس حدیث سے مال ودولت کے بارے میں مومنانہ نقطۂ نظر کا بھی علم ہوتا ہے کہ انسان مال ودولت حاصل کرے؛ لیکن اخلاص اور صدق نیت سے اسے خدا تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا جائے اور اس کے ذریعہ اللہ کی رضامندی حاصل کی جائے، اسے اپنی منزل اور مقصود حیات نہ سمجھے ورنہ یہی دولت وبال جان بن جائے گی۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:'' وہ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے، غسل کے دوران آسمان سے سونے کی تتلیوں کی بارش شروع ہوگئی، حضرت ایوب علیہ السلام غسل چھوڑ کر ان تتلیوں کو جمع کرنے میں لگ گئے، اس وقت خدا نے حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اے ایوب! کیا ہم نے تم کو پہلے ہی بے شمار نعمتیں نہیں دے رکھی ہیں؟ تمہاری ضروریات کا سارا انتظام پہلے سے کر رکھا ہے تو یہ حرص کیسا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا:''لاغنی بی عن برکتک'' یعنی یہ درست ہے کہ آپ نے میری کفالت کا مکمل انتظام کیا ہے؛ لیکن آپ کی برکت سے میں بے نیاز نہیں ہوں، یہ خلاف ادب ہے کہ آپ سونے چاندی کی تتلیوں کی شکل میں اپنا فضل نازل فرمائیں اور میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر اس سے بے نیازی کا اظہار کروں۔'' (صحیح البخاری)

معلوم ہوا کہ دولت کسی حرص کے بغیر حاصل ہو تو اسے لینے اور جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ دنیوی ضروریات کی تکمیل اسی سے وابستہ ہے اور آخرت کا دنیا سے گہرا ربط ہے، ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، ہاں مقصود اور مشن آخرت کو بنانا چاہئے؛ اس لئے کہ وہی راحت اصل راحت ہے، دنیا محض ایک واسطہ ہے، جس کے سہارے جنت کے درجات طے کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:'' میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو اور تم کو مال غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو مال ودولت کا اچھا عطیہ ملے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اسلام، مال و دولت کے لئے قبول نہیں کیا ہے؛ بلکہ میں نے اسلام کی رغبت ومحبت کی وجہ سے اس کو قبول کیا ہے اور اس لئے کہ آپ کی رفاقت ومعیت نصیب ہو، آپ نے فرمایا:'' نِعمَ المالُ الصالح للرجلِ الصالح '' اے عمرو! اللہ کے صالح بندہ کے لئے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز اور قابل قدر نعمت ہے۔'' (مسند احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ملک شام کے گورنر تھے، یہ علاقہ بڑا زرخیز اور خوشحال تھا:'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کے دورے پر ایک مرتبہ تشریف لے گئے؛ تاکہ وہاں کے مسلمانوں کے دینی وخارجی احوال سے واقف ہوسکیں، خلیفۃ المسلمین نے حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کا بھی گھر دیکھوں، ملک شام کے گورنر مسلمانوں کے خلیفہ کو لے کر چلے، شہر کے اندر سے گزر کر آبادی کے ایک کنارے کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک جھونپڑا دکھایا اور فرمایا: امیر المومنین! میں اس میں رہتا ہوں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو اندر ایک مصلی کے علاوہ کچھ بھی نہ پایا، پوچھا کہ ابوعبیدہ! یہاں تو کوئی ساز وسامان نہیں ہے، یہاں کیسے رہتے ہو؟ جواب دیا کہ یہ مصلی ہے، اس پر نماز پڑھ لیتا ہوں اور رات کو اسی پر سو جاتا ہوں اور پھر ایک پیالہ نکالتے ہوئے کہا کہ اس میں، میں کھانا کھاتا ہوں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس میں پانی بھرا ہوا تھا اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے بھیگے ہوئے تھے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: امیر المومنین! میں دن رات تو حکومت کے سرکاری کاموں میں مصروف رہتا ہوں، کھانے وغیرہ کے انتظام کرنے کی فرصت نہیں ہوتی، ایک خاتون میرے لئے دو تین روٹی ایک وقت پکا دیتی ہے، میں اس روٹی کو رکھ لیتا ہوں اور جب وہ سوکھ جاتی ہے تو میں اس کو پانی میں ڈبو دیتا ہوں اور رات کو سوتے وقت کھالیتا ہوں، یہ روداد سن کر اور تواضع وسادگی دیکھ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور

فرمایا: خدا کی قسم! تم ویسے ہی ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے، اس دنیا نے تم پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔‘‘ (سیر اعلام النبلاء:۱/۷)

ملک شام میں دولت کی ریل پیل تھی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر تھے، پورے ملک پر ان کی حکومت تھی، وہ جب اور جتنا چاہے مال و دولت جمع کر سکتے تھے؛ لیکن دولت کے ڈھیر میں بھی رہ کر انھوں نے کبھی دنیوی آسائشوں کو ترجیح نہیں دی، ان کی نظر آخرت کی راحت اور وہاں کی ابدی نعمتوں پر تھی؛ اسی لئے وہ سادہ زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوگئے؛ مگر کبھی دنیا نے ان کو آلودہ نہیں کیا، ان ہی لوگوں کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں، خریدار نہیں ہوں

سارے مسلمانوں کو اپنے اندر یہی صفت پیدا کرنی چاہئے کہ دنیا اور مال و دولت اگر حاصل بھی کرے تو اس سے دل نہ لگائے، اس میں مصروف ہونے کی وجہ سے اقامتِ دین کا فریضہ کوتاہی اور غفلت کا شکار نہ ہوجائے، دین اور آخرت کی طرف دوڑ لگانے میں کہیں پیچھے نہ رہ جائیں، بلا شبہ مال و دولت اللہ کی عظیم نعمت ہے؛ مگر اس کو ایک حد میں رہتے ہوئے استعمال کیجیے، اسراف نہ کیجیے، عمل کی طرف سبقت کیجیے اور یاد رکھیے کہ دولت جس طرح خدا کو دینا آتا ہے، اسی طرح وہ چھیننا بھی جانتا ہے، دولت پر اعتماد کرتے ہوئے اگر رب کو فراموش کردیا گیا، تواضع اور انکساری کے بجائے کبر و نخوت دماغ میں پیدا کرلی گئی تو پھر خدا کی گرفت سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔ ☆☆

زندگی میں گناہوں کا وبال

.... مولانا شاہ محمد، گلگت

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ’’گناہوں کے ایسے بدترین بُرے نتائج ہوتے ہیں جو کہ انسان کے دل اور دین کو دنیا و آخرت میں اتنا نقصان پہنچاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔‘‘ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں: ☆...... **علم سے محرومی:** اس لئے کہ علم ایک ایسا نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈالتا ہے اور گناہ اس نور کو مٹا دیتا ہے۔ ☆...... گناہ کی وجہ سے دل میں ایک وحشت سی پیدا ہوجاتی ہے جو گناہ کرنے والا شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان محسوس کرتا ہے وہ ایسی بے تعلقی سی ہوتی ہے جس کے ہوتے ہوئے دل کے اندر لذت اور چاشنی بالکل محسوس نہیں ہوتی، چاہے دنیا کی تمام لذتیں دل میں جمع ہوجائیں، لیکن دل میں جو وحشت پیدا ہو چکی ہوتی ہے اس کے ہوتے ہوئے اس کا دل لذت سے ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی محسوس کر سکتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کو وہی شخص محسوس کرسکتا ہے جس کے دل میں حقیقی زندگی ہے اور وہ روحانیت سے بھرپور ہے، اس لئے جو مردہ ہوتا ہے اس کو زخم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، تو مردہ دل انسان کی لذت کے جانے اور اس میں وحشت کے آنے کو کیسے محسوس کرسکے گا۔ ☆...... گناہ کی وجہ سے گناہگار اور دوسرے لوگ خصوصاً نیک کاروں کے درمیان وحشت اور بے تعلقی پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ وہ گناہگار شخص اپنے اور نیک لوگوں کے درمیان اجنبیت سی محسوس کرتا ہے اور جس قدر یہ وحشت ہوتی چلی جائے گی، اسی قدر یہ شخص نیک لوگوں سے ان کی مجالس سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا اور نیک لوگوں سے جو اس نے نفع اٹھانا تھا اس کی برکت سے محروم ہوجائے گا اور جتنا یہ رحمٰن کے گروہ سے دور ہوگا، اسی قدر وہ شیطان کے گروہ کے قریب ہوجائے گا اور یہ وحشت قوی ہوتی ہوئی اتنی مضبوط ہوجائے گی کہ اس کی بیوی، اولاد اور رشتہ داروں کے درمیان بھی واقع ہوجائے گی اور معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ اس شخص اور اس کے نفس کے درمیان بھی واقع ہوجائے گا تو اس وقت تم اسے دیکھوگے کہ وہ اپنے نفس سے وحشت محسوس کرنے والا ہوگا۔ ☆...... اس کے کام اس پر بہت ہی مشکل بنادیے جائیں گے وہ جس کام کو کرنے کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کے آگے ایک بند دروازہ پائے گا...... یا وہ کام اس پر بہت مشکل ہوگا اور یہ معاملہ اس طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام آسان کردیتا ہے اور جو کوئی تقویٰ کی پرواہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے کام مشکل بنادیتا ہے۔ ☆...... یہ کہ وہ اپنے دل میں ایک اندھیرا محسوس کرتا ہے اور واقعتاً اسے محسوس کرتا ہے، جس طرح تخت سیاہ اندھیری رات میں اندھیرا محسوس کرتا ہے تو گناہ کا اندھیرا اس کے دل پر ایسا ہی ہوتا ہے...... البتہ نیکی ہوتی ہے اس کا نور ہوتا ہے اور گناہ کا اندھیرا ہوتا ہے اور جب یہ اندھیرا قوی ہوتا ہے تو اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ گناہگار انسان بدعات گمراہیوں اور دیگر ہلاک کرنے والے امور میں ملوث ہوجاتا ہے اور اسے علم و شعور تک نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نابینا شخص رات کے اندھیرے میں اکیلا ہی چل رہا ہو پھر گناہگار شخص کا اندھیرا جو گناہوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے قوی تر ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ آنکھ میں ظاہر ہونے لگتا ہے پھر اور قوی ہوجاتا ہے حتیٰ کہ چہرے پر چھا جاتا ہے اور چہرے پر سیاہ داغ دھبے نمودار ہوجاتے ہیں، جن کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔......

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۸

خدائی فیصلے کا خلاصہ:

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے کا اعلان فرمایا کہ یہودیوں کا دعویٰ قتل قطعاً غلط ہے۔ نصاریٰ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے کر قتل کر دیا گیا تھا۔ لیکن تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر وہ آسمان پر چلا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں نے میرے پیغمبر کی تذلیل، سولی اور قتل کی تدبیریں کیں۔ لیکن میں نے بھی تدبیر کر رکھی تھی۔ میں بہترین تدبیر کرنے والا ہوں۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے نہ سولی دے سکے۔ بلکہ میں نے تو ان کے ہاتھ میں بھی عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچنے سے روکے رکھے اور اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہودی منہ تکتے رہ گئے۔ اپنی ذلت چھپانے کے لئے اس مشتبہ آدمی کو قتل کر دیا۔ لیکن ان کے دل آخر تک شک ہی شک میں رہے۔

رفع کی تصدیق:

یہاں اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام غلط باتوں کی تردید فرمائی۔ وہاں رفع کی تصدیق فرمادی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا جانا صحیح ہے۔ البتہ قتل کے بعد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں کے پنجہ سے زندہ ہی بچا کر اٹھالیا اور یہی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے شایان شان تھا۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی نہ ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ اس انداز میں ان کا رفع ذکر نہ فرماتے۔ جس سے کم از کم رفع کے مسئلہ میں نصاریٰ کی تائید ہو سکتی ہو۔ لیکن قرآن کو حق و باطل میں تمیز کرنی ہے تاکہ دودھ، دودھ ہو جائے اور پانی، پانی۔ جتنی بات صحیح تھی اس کو قائم رکھا اور جو باتیں غلط تھیں۔ ان سب کی تردید کی۔ صلیب اور قتل کی اس آیت سے اور الوہیت وابنیت کی تردید دوسری بیسیوں آیتوں سے کی۔ لیکن رفع کی تردید کا نام بھی نہیں لیا۔ بلکہ اس کی تائید فرمادی۔

مسلمان کا ایمان بالقرآن:

اب قرآن کے اس صریح واضح اور فیصلہ کن بیان کے بعد اگر کوئی شخص اس لئے اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے انکار کرے کہ اس کی عقل نارسا کا فتویٰ اس کے خلاف ہے یا اس کے اغراض ومقاصد کو ٹھیس لگتی ہے تو اس کا اختیار ہے۔ لیکن مسلمان کے لئے یہ مان لینا اتنا ہی آسان ہے جتنا دوپہر کے وقت سورج کی موجودگی کو مان لینا۔

۱...... جو مسلمان حضرت آدمؑ کی پیدائش ازروئے قرآن بغیر ماں اور باپ کے مانتا ہے۔

۲...... جو مسلمان حضرت آدمؑ کا قیام جنت میں تسلیم کرتا ہے جو باقرار مرزا آسمان میں ہے۔

۳...... پھر جو مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط وہاں سے زمین پر تسلیم کرتا ہے۔

۴...... جو مسلمان آتش نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندہ رہنا تسلیم کرتا ہے۔

۵...... جو مسلمان عصائے موسیٰ جیسے جماد کا زندہ اژدھا بننا تسلیم کرتا ہے۔

۶...... جو مسلمان عصا کو پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے جاری ہونے کے قرآنی بیان پر ایمان رکھتا ہے۔

۷...... جو مسلمان اسی عصاء کو بحیرہ قلزم پر مارنے سے سمندر میں ۱۲ خشک راستے بن جانے پر یقین رکھتا ہے۔ جیسے کناروں پر پانی کے بڑے بڑے پہاڑ تھمے کھڑے ہوں۔

۸...... جو مسلمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہونا تسلیم کرتا ہے۔

۹...... جو مسلمان رات کے ایک حصہ میں آنحضرت ﷺ کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کر کے (جسم مبارک سمیت) واپس آجانے کو مانتا ہے، جسے معراج جسمانی کہتے ہیں۔

۱۰...... جو مسلمان کفار مکہ کے محاصرہ کے اندر سے نہایت اطمینان سے آنحضرت ﷺ کے معجزانہ نکل آنے پر ایمان رکھتا ہے۔

۱۱...... اور جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو بن باپ کے ازروئے قرآن تسلیم کرتا ہے۔

۱۲...... اور جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

قم باذن اللہ کہنے سے مردوں کے جی اٹھنے کو مانتا ہے۔

۱۳..... اور مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک دینے سے ان کا پرندہ بن کر اڑ جانا از روئے قرآن تسلیم کرتا ہے۔

۱۴..... اور حواریوں کی درخواست پر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے مائدہ (خوانچہ) کا اترنا تسلیم کرتا ہے جس کو کھا کر حواریوں نے ایمان تازہ کیا۔

۱۵..... اور جو مسلمان بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کی باتیں کرنے پر ایمان رکھتا ہے۔

اور جو مسلمان قرآن وحدیث میں بیان کردہ تمام خارق عادت امور پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس امر کو بھی تسلیم کرلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے نرغہ سے زندہ اٹھالیا اور اس کو لمبی عمر دے کر فیصلہ شدہ قضا وقدر کے مطابق آخری زمانہ میں امت محمدی کی خدمت کے لئے محفوظ رکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت:

۱..... اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مائدہ اتار کر اشارہ کردیا کہ آسمانی غذا نازل ہوسکتی ہے اور وہاں سب طرح کا انتظام موجود ہے یہ کہ جس کی دعا سے اوروں کے لئے آسمان سے خوانچہ نازل ہوسکتا ہے۔ خود اس کے لئے آسمان میں کیوں انتظام نہیں ہوسکتا؟

۲..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے سے پہلے سے اشارہ کردیا گیا تھا کہ اس قدسی نفس میں قوت حیات کا یہ عالم ہے کہ اس کے قم باذن اللہ کہنے سے مردے بھی جی اٹھتے ہیں۔ اس لئے اس کا لمبی عمر تک زندہ رہنا کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔

۳..... اسی طرح مٹی کے پرندے میں پھونک مار کر فضائے آسمانی میں اڑا دینا پہلے سے ہی بتا رہا تھا کہ خود اس پیغمبر کی قوت پرواز کا کیا عالم ہوگا۔ جس کے اشارہ سے مٹی میں حیات آتی اور وہ پرواز کرنے لگ جاتی ہے۔

۴..... خود ان کا نفخ جبرائیل علیہ السلام سے پیدا ہونا ہی اشارہ تھا کہ ان پر خاکی صفات کی جگہ ملکی صفات غالب ہیں۔

۵..... ان کا زمین سے ہجرت کر کے آسمان پر جانا بھی اشارہ تھا کہ ان کو واپس آکر ساری زمین پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کی تو مصر کی بادشاہیت بنی اسرائیل کو دی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تو آخر کار مکہ معظمہ دوبارہ فتح ہوا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ساری زمین سے اٹھالیا گیا۔ یہ اشارہ تھا کہ ان کو دوبارہ ساری زمین پر قبضہ کرانا ہے۔

۶..... اور جس دجال کے قتل کے لئے انہیں آنا ہے اس کی صفات بھی حدیثوں میں ایسی بیان ہوئی ہیں کہ مخلوق کے ابتلاء کے لئے اس کو احیاء واماتت تک کی طاقت ہوگی۔ اس کے مقابلہ کے لئے بھی ایسے ہی ہستی کو تجویز فرمایا گیا جس میں ملکوتی صفات غالب ہوں۔

۷..... اور جس مادی ترقی کے انتہاء کے وقت ان کو آنا ہے۔ اس وقت بھی ایسے ہی بزرگ کی ضرورت تھی کہ جس کے روحانی اور ملکی کمالات کے سامنے مادی دنیا کی آنکھیں چکاچوند ہوجائیں۔

۸..... اور چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منشاء خلق یوں بیان فرمایا ہے: ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات:۵۶)'' (کہ ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا) اس لئے یہ ضروری تھا کہ خاتمہ دنیا سے پہلے ایک بار یہ مقصد پورا ہوجائے۔

چنانچہ انفرادی عبادت کی تکمیل عبد کامل کی بعثت سے یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ہوگئی کہ عبدیت میں آپ ﷺ کی مثال کسی ولی یا نبی میں نہیں مل سکتی۔ آپ ﷺ نے اپنے ہر امر میں عبدیت ہی کو پسند فرمایا۔ دوسری جماعتی عبادت تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسی جماعت تیار فرمادی جس نے جماعتی طور سے خدائی بندگی اور خدائی نظام حیات کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ عبادت کا تیسرا درجہ اجتماعی عبادت تھی کہ تمام دنیا اللہ کی بندگی کا اقرار کر کے دین حق کے سامنے جھک جائے۔ اس کا پروگرام بھی حضرت خاتم النبیین ﷺ قرآن وحدیث کے ذریعہ مکمل ترین شکل میں پیش کر کے تشریف لے گئے۔ تاآنکہ اس کے مناسب اور مادی ترقی کے عروج کے وقت آپ ﷺ کی نیابت میں آپ ﷺ ہی کی متابعت کرتے ہوئے ایک گزشتہ جلیل القدر پیغمبر عبد الٰہی کے موافق آکر پورا کرے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اجتماعی طور پر دنیا، دین حق قبول کرلے گی اور اجتماعی طور پر ''الا لیعبدون'' کا منشاء خداوندی پورا ہوجائے گا۔ جس کے بعد شمسی نظام کے لپیٹ دیئے جانے کے انتظامات شروع ہوجائیں گے۔ یہی معنی قرب قیامت کے ہیں۔ جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا مقدر ہے۔

۹..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جس عالمگیر غلبہ اسلام کی خبر ہے وہ کتنی معقول اور

قرین قیاس ہے کہ دنیا کے پچاس کروڑ مسلمان تو پہلے سے ان کے منتظر ہیں۔ ایک ارب عیسائی دنیا جو ان کو خدا مانتی ہے۔ جب ان کو دیکھے گی اور ریڈیو کے ذریعہ ان کا آسمان سے نزول نشر ہوگا تو اغلب یہی ہے کہ وہ فوراً ان کو مان لے گی اور ان کے حالات سے مجبور ہوکر یہودیوں کے ستر ہزار کے لشکر کے مقابلہ اور جنگ کی حدیث ہے۔ اس کا بھی انتظام ہوچکا ہے کہ فلسطین میں یہودی حکومت قائم کردی گئی ہے تاکہ نوشتہ کے مطابق ستر ہزار فوج دجال کی امداد اور عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے موجود ہوسکے۔ یہودی آخر کار شکست کھا کر بقیۃ السیف مسلمان ہوجائیں گے۔ یہود ونصاریٰ اور اہل اسلام کی عظیم اکثریت خاص خرق عادات تعلیم اور انتہائی روحانیت کی وجہ سے باقی اقوام بھی مثلاً ہنود وغیرہ اسلام کی سچائی کے قائل ہونے پر مجبور ہوں گے۔

۱۰...... اور چونکہ دنیا نظریاتی کشمکش سے تنگ آگئی ہوگی اور ساتھ ہی قانون حیات کے سلسلہ میں جمہوریت، آمریت اور اشتراکیت جیسے اصولوں کی ٹکر بھی انسانیت کے لئے لعنت کبریٰ ثابت ہوچکی ہوگی۔ اس لئے عین ایسے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے ملکی صفت ہستی کا قرآنی نظام حیات صحیح معنوں میں پیش کرکے اس پر عملدرآمد کرادینے سے تمام دنیا اپنی نجات اس کی پیروی میں سمجھنے لگے گی۔ جیسا کہ خلافت راشدہ کے نظام، انسانی حقوق کی نگہداشت، خداترسی، عدل ومساوات پر دنیا عش عش کررہی ہے تو اس وقت خوشی کا کیا ٹھکانا ہوگا کہ ساری امت اسی طرح کے پاک نظام میں مربوط ہوگی اور ان کی راہنمائی کی خدمات ایک سابق جلیل القدر پیغمبر خود ان کی شریعت کی پیروی کرتے ہوئے ادا کررہا ہوگا اور اس امت کی عزت وتکریم کا یہ حال ہوگا کہ نماز کا امام نزول کے وقت اسی امت میں امام مہدی علیہ الرضوان ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ان کو امام بنانا چاہیں گے۔ لیکن وہ اس امت کی عزت واکرام کی خاطر انکار کرکے خود انہی کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔ ایسے وقت میں اس نظام کو قبول کرلینا کیا مشکل ہے۔ جب کہ آج آدھی دنیا استبداد سے تنگ آکر اشتراکیت کے آغوش میں جاچکی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا بیان:

ان دہگانہ تائیدی نکات سے قطع نظر کرکے ہمیں قرآن پاک کے اس صاف وصریح فیصلے کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس سلسلہ میں سرور کائنات ﷺ نے کوئی وضاحتی بیان ارشاد فرمایا ہے جس کے بعد امت کے معنی کے بارہ میں کسی مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہے۔ چنانچہ قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری شریف نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا خاص باب رکھا ہے اور اس باب میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ وقت آئے گا کہ تم میں مریم کے بیٹے عیسیٰ اتر آئیں گے۔ حاکم عادل ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ (یہ دونوں باتیں نصرانیوں کا طرۂ امتیاز ہیں) مال کی اتنی بہتات ہوگی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اللہ کے سامنے ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے زیادہ سمجھا جائے گا۔ (دین اور قیامت کی اہمیت دلوں میں بڑھ جائے گی) یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی نقل کرکے فرماتے ہیں کہ: ”فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ یعنی آنحضرت ﷺ کی حدیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کی نقل کرکے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم چاہو تو بے شک یہ آیت پڑھ لو اور یہ وہی آیت ہے جو قرآن پاک میں رفع عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ ہی مذکور ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور مستقبل میں تمام اہل کتاب اس کے مرنے سے پہلے اس پر ایمان لائیں گے) مطلب بالکل صاف ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں وہی بات ہے جو قرآن میں بھی مذکور ہے کہ آخرکار ان کے مرنے سے پہلے ان پر تمام اہل کتاب کو ایمان لانا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو قرآن کی آیت مذکورہ کی تفسیر قرار دیتے ہیں کہ یہ آنے والے وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے رفع کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم سنتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث زبان زد خاص وعام ہوجاتی ہے۔ مگر کوئی صحابی رضی اللہ عنہ انکار نہیں فرماتے ہیں کہ تم قرآن کے معنی کو غلط سمجھے یا آنحضرت ﷺ کا مطلب یہ قرآن والا عیسیٰ ابن مریم نہیں ہے۔ انکار تو کیا فرماتے بیسیوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی مضمون کی حدیثیں آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اور اس کی روایت اتنی عام ہوجاتی ہے کہ تواتر کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی کو بھی ازالہ اوہام میں ماننا پڑا ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ خیر القرون میں متواتر تھا اور اس کی پیشین گوئی کو بطور عقیدہ نسلاً بعد نسلٍ مسلمان یاد کرتے چلے آئے۔ (جاری ہے)

شہیدوں کے سردار

سیّدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

جناب محمد متین خالد

جن محترم ومقدس شخصیات کی وجہ سے دین اسلام کو ایک ولولہ تازہ اور جلوہ نور ملا، ان میں سیدنا حضرت حمزہؓ کی شخصیت سرفہرست ہے۔
آپؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جوہر شناس کے اولین انتخاب تھے۔ آپؓ سرفروشی و جانبازی کی اقلیم کے سلطان اور بہادری و جاں سپاری، شجاعت وبسالت، عزم واستقلال اور دینی غیرت وحمیت کے پیکر تھے۔ جرأت و جوانمردی آپ کے گھر کی لونڈی تھی۔ شہسوار ایسے کہ جن کے بغیر گھوڑ سواری کا مقابلہ کوئی اہمیت نہ رکھتا۔ آپؓ کی بے پایاں صلاحیتیں دیکھ کر بڑے بڑے عرب جنگجو ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے۔ بار بار پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے والے شہسواروں کی تمام خوبیاں آپؓ کی ذات میں جمع تھیں۔ جنگ کے دوران آپ فولادی اعصاب کے مالک نظر آتے تھے۔ سپاہیانہ فضائل کی بنا پر آپ خاکستری اونٹ اور شیر کی طرح دشمن پر حملہ کرنے والے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا گویا آپ نے چیتے سے سپاہ گری کا فن سیکھا ہے۔ چیتے کی سی پھرتی، بہترین دفاعی انداز اور دشمن کو اپنی گرفت میں لانے جیسے سپاہیانہ اوصاف آپ میں نمایاں تھے۔ شیر کے ناموں میں سے ایک نام حمزہؓ بھی ہے، گویا اسی نام کی وجہ سے آپ کو شیر کی بہادری میں سے حصہ ملا تھا۔ آپؓ نے جنگ کے میدان میں قریش کے ان نامور شہسواروں کو قتل کیا جن کی طاقت اور سپاہ گری پورے عرب میں مشہور تھی۔ مشرکین مکہ کے ہجوم میں اسلام قبول کرنے اور بدر و اُحد کے میدانوں میں دادِ شجاعت دینے والے اسلام کے مخلص جانباز، مجاہد اور شہید حضرت حمزہؓ پر پوری امت اسلامیہ کو ہمیشہ ہمیشہ ناز رہے گا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 567ء میں مکہ مکرمہ کے محلہ مسفلہ میں واقع ایک گھر میں پیدا ہوئے۔ اب اس گھر کو نہایت خوبصورت مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اسے مسجد حمزہؓ کہا جاتا ہے۔ آپؓ عمر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح سے ہے۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔ آپؓ کی کنیت ابو یعلیٰ اور ابو عمارہ ہیں۔ آپؓ کا شمار السابقون الاولون اور مہاجرین میں ہوتا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ قرآن کی زبان میں سابقون الاولون وہ ہیں جن کی فضیلت بقیہ پوری اُمت اور یہاں تک کہ بعد میں اسلام لانے والے صحابہ کرامؓ سے بھی کہیں زیادہ ہے۔
آپؓ دین اسلام کے پہلے پرچم بردار ہیں۔ انھیںؓ سید الشہداء بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپؓ اسداللہ اور اسدالرسول ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو فاعل الخیرات (نیکیاں کرنے والے) اور کاشف الکربات (مصائب دور کرنے والے) بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے قبیلہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ قریش سے تعلق رکھنے کی وجہ سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ قریشی اور اپنے دادا ہاشم بن عبد منافؓ کی نسبت سے ہاشمی کہلاتے ہیں۔ قریشی و ہاشمی کی یہ دونوں نسبتیں بلاشبہ بہت بڑا اعزاز ہیں کیونکہ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ، حضور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور اولادِ کنانہ سے قریش کو پسند فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے چنا ہے۔“ (مسلم شریف الحدیث 2276، سنن ترمذی رقم الحدیث 3605، مسند احمد رقم الحدیث 16986) ان دونوں نسبتوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مفاخر اور امتیازات میں ذکر فرمایا اور دیگر قبائل عرب اور اقوام عالم کو ان کا تابع اور مقتدی قرار دیا۔ ان کی بے ادبی، گستاخی اور توہین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت وخواری کا موجب قرار دیا۔
اپنے اوصاف حمیدہ اور فضائل کی وجہ سے سیدنا حضرت حمزہؓ قریش و بنو ہاشم میں اہم ترین مرتبہ و مقام کے مالک ہیں۔

کتب سیرت وتاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن اور لڑکپن کا زیادہ تذکرہ نہیں ملتا، البتہ اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ آپ کا شمار مکہ مکرمہ کے قوی الجثہ اور بے حد دلیر جوانوں میں ہوتا تھا۔ آپؓ کو شمشیر زنی، نیزہ بازی، گھڑ سواری، تیر اندازی اور پہلوانی کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپؓ کو ہر قسم کی جنگی مہارت پر عبور حاصل تھا۔ آپ اپنے ہاتھوں میں دو تلواریں پکڑ کر انھیں مہارت سے چلانے، گھمانے اور دشمن پر سبک رفتاری سے حملہ کرنے کے داؤ پیچ کی مشق کیا کرتے تھے۔ صحرانوردی، سیر وشکار اور جنگلوں میں گھومنا پھرنا آپ کے من پسند مشاغل تھے۔ آپؓ کو شعر وشاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ آپؓ بڑے غیور، نڈر، بہادر، جفاکش، سخی، خوش اخلاق، مہمان نواز اور دلنواز تھے۔ آپ پورے مکہ میں ظلم، ناانصافی اور زیادتی کے خلاف لڑنے والے انسان کے طور پر بھی معروف تھے۔ صلہ رحمی، غم خواری اور حسن سلوک ونیکوکاری آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ شخصیت میں وضع داری، طرح داری اور متانت وسنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قوت وطاقت کے علاوہ خاندانی شرافت و وجاہت اور خوشحالی وفارغ البالی سے بھی لوگ آپ سے متاثر ومرعوب رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حسن کی دولت سے خوب مالا مال کر رکھا تھا۔ خوب صورت پیشانی، دراز قد، چھریرے بدن اور مضبوط بازوؤں کے مالک اس جوان رعنا کو حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سید الشہداء'' کا لقب دے کر ان کے سر پر نہ صرف عظمت ورفعت کا تابناک تاج سجایا بلکہ اسد اللہ واسد الرسول کا دلنواز خطاب عطا فرما کر انھیں شرافت وبزرگی کی نعمت لازوال سے بھی مالا مال فرمایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور فضائل ومناقب سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ نہ صرف آپ کا علمی مرتبہ پہچانتے تھے بلکہ آپ کے ابرار اور صدیق ہونے سے بھی آگاہ تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معصومانہ بچپن، طاہرانہ جوانی اور امانتدارانہ مردانگی کے عینی شاہد تھے۔ بلوغت و شباب کا ایک ایک لمحہ دونوں نے اکٹھے گزارا تھا۔ آپ کے فضائل ومناقب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی اوجھل نہیں ہوئے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ ان کا بھتیجا مکارمِ اخلاق میں بہت بلند مقام پر فائز ہے اور وہ مستقبل میں کوئی امتیازی اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے والا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ کا پڑوسی تھا۔ وہ آپ کو اذیت دینے کے لئے اپنے گھر کا پاخانہ اور گندگی آپ کے دروازے پر پھینک دیتا تھا۔ اس کے جواب میں آپؐ صرف اتنا فرماتے، اے بنو عبدالمطلب! تم کیسے ہمسائے ہو؟ ایک روز حضرت حمزہؓ نے اُسے ایسا کرتے دیکھ لیا تو پاخانہ اُٹھا کر ابولہب کے سر پر ڈال دیا۔ وہ سر جھاڑتا جاتا اور کہتا جاتا صابی، احمق۔ ابولہب پھر خود یہ حرکت کرنے سے باز آ گیا۔ تاہم اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر وہ مسلسل سازشیں کرتا رہا۔

یہ نبوت کا دوسرا سال تھا۔ ایک دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی کے نزدیک لوگوں کو دعوت توحید دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے تین دوسرے مشرک ساتھی عدی بن الحمراء، ابن الاصداء اور اسود بن عبدالاسد بن ہلال بھی تھے۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس کے سینے میں کینہ وعداوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اس بدبخت انسان نے ایذا پہنچانے کے لئے نہ صرف آپ کی ذات گرامی پر سب وشتم کے تیر برسانے شروع کر دیے بلکہ دین اسلام کے خلاف یاوہ گوئی بھی شروع کر دی۔ سراپا حلم ووقار آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا لیکن اس پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس نے آپؐ کے سر پر ایک پتھر دے مارا جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل صحن حرم میں اپنے دوستوں کی محفل میں جا بیٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہرزہ سرائی اور اذیت رسانی پر کمال ضبط وبرداشت اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ بنو تیم کے رئیس عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہ صفا کے قریب تھا۔ یہ شخص سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کی ایک (آزاد کردہ) لونڈی نے یہ سارا دردناک واقعہ دیکھا۔ (یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ خاتون کافر تھی یا مسلمان) وہ اس واقعہ سے بہت مغموم ہوئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن حسب معمول جنگل میں شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری کی طرح کمان حائل کیے ہوئے شاداں وفرحاں واپس آ رہے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضر ہو کر بیت اللہ

شریف کا طواف کرتے، پھر صحن میں قریش کے معززین کی الگ الگ جمی محفلوں میں جاتے اور سب سے مزاج پرسی کرتے۔ اس دن بھی وہ اسی ارادے سے حرم شریف کی طرف جا رہے تھے، جب کوہ صفا کے پاس سے گزرے تو عبداللہ بن جدعان کی وہ لونڈی ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی جس نے ابوجہل کا ظلم وستم اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا: ''اے ابوعمارہ! آج آپ کے بھتیجے کے ساتھ ابوالحکم عمرو بن ہشام (ابوجہل) نے بڑا وحشیانہ سلوک کیا ہے ...... پہلے ہذیان بکتا رہا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو ایذا رسانی اور مار پیٹ شروع کر دی۔''

الغرض اس لونڈی نے پورا قصہ گوش گزار کر دیا۔

یہ سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگ حمیت و ناموس قرابت پھڑک اُٹھی اور آگ بگولا ہو کر بپھرے ہوئے شیر کی طرح ابوجہل کی تلاش میں نکل پڑے۔ آج تو سب یہ دیکھ کر حیران تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ انھوں نے کسی سے گفتگو کی نہ کسی کا مزاج پوچھا۔ وہ تو صرف ابوجہل کو تلاش کر رہے تھے تاکہ اسے اپنے بھتیجے سے بدتمیزی کرنے کا مزا چکھا سکیں۔ اسی اثنا میں ان کی نظر ابوجہل پر پڑ گئی جو اس وقت حرم شریف میں اپنے قبیلے کی محفل میں بیٹھا غرور سے گردن اکڑائے اپنا غلیظ کارنامہ سنا رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لپک کر اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور تاریخی جملہ بولا:

''او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔'' اس کے بعد اپنی کمان اس زور سے اُس کے سر پر ماری کہ خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے سے گرجتے ہوئے مزید بولے۔ ''تیری یہ جرأت کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کرلیا ہے۔ اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ اور مجھے روک کر دکھا۔''

بنومخزوم کے لوگ اپنے سردار کی اس رسوائی پر سیخ پا ہوگئے۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے اٹھے اور بولے: ''حمزہؓ! ہم اس کے سوا کچھ نہیں دیکھتے کہ تم صابی ہو گئے ہو۔'' انہوں نے قہر آلود نگاہوں سے انھیں دیکھا اور فرمایا۔

''تمہارا ناس ہو، جب دین اسلام کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہوگئی تو کون سی چیز مجھے اس سے باز رکھ سکتی ہے؟ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں، وہ سب حق ہے۔ اللہ کی قسم! اب میں اس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔''

ابوجہل بڑا مکار تھا۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شیر دل سے مقابلہ ان گیدڑوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ کئی لوگ مفت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔ ''ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو۔ اللہ کی قسم! غلطی میری ہے۔ میں نے اس کے بھتیجے سے بدسلوکی کی تھی۔'' یہ سن کر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہیں حضرت حمزہؓ کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیدنا حضرت حمزہؓ اسلام لانے والے سابقون الاولون مردوں میں سے انتالیسویں (39) فرد تھے۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دوسرے سال مسلمان ہوئے جبکہ بعض سیرت نگاروں کے مطابق آپ نے پانچویں سال اسلام قبول کیا۔ یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ اکثر صحابہ کرامؓ کے قبول اسلام کے واقعات نہایت روح پرور اور ایمان افروز ہیں۔ کچھ ہدایت کے منتظر تھے، لہٰذا ہدایت آئی تو مسلمان ہوگئے۔ کچھ معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر مسلمان ہوئے۔ کچھ بشارتوں کو سن کر حصول جنت کے لئے مسلمان ہوئے۔ کچھ آپؐ کے صادق و امین اور اولوالعزم کردار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ کچھ آیات قرآنی کی تلاوت کا دل میں اثر پا کر مسلمان ہوئے لیکن اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور شہیدوں کے سردار حضرت حمزہؓ صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر مسلمان ہوئے۔ چنانچہ انھیں ''اولین مجاہد تحفظ ناموس رسالت'' ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

حضرت حمزہؓ امام المجاہدین اور سید الشہداء کے بلند مناصب پر فائز ہیں۔ آپؓ بہت شجاع، دلیر اور شجیع تھے۔ قوت اس بلا کی تھی کہ بڑے سے بڑا شہ زور ان کے مقابلے میں آتا تو اسے پچھاڑ کے رکھ دیتے۔ بنو ہاشم میں کوئی ان کے مقابلے میں بہادر، جری اور نڈر نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اسد اللہ اور اسد الرسول کا خطاب دیا تھا۔ اپنے زمانے کے مانے ہوئے پہلوان بھی تھے۔ گھڑ سواری میں کمال کی مہارت تھی۔ تلوار بازی میں کوئی ثانی

نہیں تھا۔ میدان جنگ میں نکلتے تو دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہوتیں اور برق و بلا کی طرح بڑھتے چلے جاتے۔ مقابل پر جھپٹتے تو دونوں تلواریں چلاتے۔ کس کی مجال تھی جو آنکھ ملا سکے۔ حریف انہیں دیکھ کر سہم جاتا اور جب وہ سر پر پہنچ کر وار کرتے تو دشمن کی سٹی گم ہو جاتی۔ جس پر تلوار اٹھاتے، اس کی لاش زمین پر نظر آتی۔ یہ شان آہن پیکر اور فولاد شکن کسی کو نصیب ہوئی نہ کسی کو یہ دم خم ملا۔ آپؓ کی تلوار انتہائی منفرد، دو دھاری اور انتہائی بھاری تھی جس کا وار رک نہ سکتا تھا۔ اگر سیدھی پڑتی تو ڈھال کو کاٹ دیتی کیونکہ اتنی بھاری تلوار کو روکنا ڈھال کے بس کا کام نہیں اور دو دھاری ہونے کی وجہ سے اگر لوٹ آتی تو چلانے والے کو دولخت کر دیتی تھی۔ آپؓ سے زیادہ زور آور کوئی نہ تھا جو ان کی تلوار واپس پلٹا سکتا اور نہ ہی ان کی تلوار کبھی واپس پلٹتی تھی۔ حقیقت میں آپؓ جیسا نہ کوئی طاقتور تھا اور نہ کوئی بہادر تیغ زن، یہی وجہ ہے کہ آپؓ کی تلوار آپ کے بعد کوئی بھی نہ چلا سکا اور اکثر تو اسے اٹھا بھی نہیں سکتے تھے۔ شمشیر زنی کی ہزاروں برس کی تاریخ میں حضرت حمزہؓ کا کوئی ثانی نہیں ملتا اور ملتا بھی کیسے کہ آپؓ اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر تھے۔ مولانا رومیؒ نے ان کی شجاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں ان کے شوق شہادت کی تصویر کچھ یوں کھینچی ہے کہ حضرت حمزہؓ جوانی میں ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے۔ لیکن بعد شباب سعادت اندوز اسلام ہوئے تو زرہ پہننا بالکل ترک کر دیا اور لڑائیوں میں اس طرح شریک ہونے لگے کہ سینہ سامنے سے کھلا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول، اے صف شکن مجاہد، اے جوانمردوں کے سردار، کیا آپ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔ پھر آپ احتیاط سے کیوں کام نہیں لیتے۔ جب آپ جوان تھے اور مضبوط و طاقتور، اس زمانے میں تو آپ کبھی زرہ کے بغیر لڑائی میں شامل نہیں ہوتے تھے اور اب جبکہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ اپنی جان کی حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں سے کیوں بے پروا ہو گئے ہیں۔ بھلا تلوار کس کا لحاظ کرتی ہے اور تیر کس کی رعایت کرتا ہے۔ ہم کو تو یہ پسند نہیں کہ آپ جیسا شیر دل بہادر اور شجاع اپنی بے احتیاطی کی بدولت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

حضرت حمزہؓ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ جب میں جوان تھا تو سمجھتا تھا کہ موت انسان کو اس دنیا کے عیش و آرام سے محروم کر دیتی ہے، اس لئے کیوں خواہ مخواہ موت کی جانب رغبت کروں اور اژدہے کے منہ میں جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے زرہ پہنتا تھا لیکن جب سے اپنے برگزیدہ بھتیجے کے ہاتھ پر ایمان لایا ہوں، ان کے فیضان سے میرے خیالات بدل گئے ہیں اور موت مجھے عزیز ہو گئی ہے۔ اب مجھے اس دنیائے فانی سے مطلق کوئی لگاؤ نہیں رہا اور موت مجھ کو جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے۔ زرہ تو وہ پہنے جس کے لئے موت کوئی دہشت ناک چیز ہو، جس کو تم موت کہتے ہو، وہ میرے لئے ابدی زندگی ہے۔

غافل سمجھے ہے موت کو اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

غزوۂ بدر میں حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے تھے۔ جس طرف بڑھتے تھے، کفار کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔ اس دن ان کے ہاتھ سے بہت سے مشرکین ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں ابوجہل کے خاندان کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد بن ہلال مخزومی بھی تھا۔ اس جنگ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ عتبہ سے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولید سے اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو پہلے ہی وار میں اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا، لیکن شیبہ اور عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیر تک لڑتے رہے، یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ صورتِ حال دیکھی تو دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے شیبہ کو ڈھیر کر دیا۔

جنگ احد میں حضرت حمزہؓ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر اس طرح حملہ آور تھے کہ ان کے سامنے بڑے بڑے سورما پیٹھ دکھا رہے تھے۔ مشرکین پر لرزہ طاری تھا کہ کس شیر سے ان کا پالا پڑا ہے۔ حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دو دستی تلواریں چلاتے جاتے اور کہتے جاتے تھے۔ انا اسد اللّٰہ و اسد رسولہ میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں اور میں رسول اللہ کا شیر ہوں۔ حضرت حمزہؓ میدان جنگ میں چوکھی لڑائی کے بے حد ماہر تھے۔ آپؓ کے سامنے کوئی مشرک جنگجو دم نہیں مارتا تھا۔ آپ مشرکین کے جنگجوؤں کو اپنے مقابلہ میں یوں چکرا دیتے تھے جیسے ہوا اپنے آگے خشک پتے کو چکرا دیتی ہے۔ اس لئے بڑے بڑے

سورما آپ کو دیکھتے ہی ہیبت زدہ ہو جاتے۔ غزوہ احد میں مشرکین کے علمبرداروں کو ڈھیر کرنے کے علاوہ بھی آپ نے بڑے زبردست کارنامے انجام دیے۔ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام ابو دسمہ وحشی بن حرب ایک چٹان کی اوٹ میں گھات لگائے ان کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ کب حضرت حمزہؓ اس کی زد میں آئیں اور وہ اپنا ہتھیار ان پر پھینکے۔ وحشی کو جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کا انتقام لینے کے لئے حضرت حمزہؓ کے قتل پر مامور کیا تھا اور اس کام کے صلے میں اسے آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ طعیمہ بن عدی کو حضرت حمزہؓ نے بدر میں قتل کیا تھا۔ وحشی بن حرب فنِ حربہ میں بڑا ماہر اور مشاق تھا۔ وہ اپنے چھوٹے نیزے (جس کو حربہ کہتے ہیں اور یہ حبشیوں کا ایک خاص ہتھیار ہوتا ہے) سے وار کرتا تو شاذ و نادر ہی اس کا شکار بچ پاتا۔ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ فریقین ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ اتفاق سے وحشی کو جلد ہی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ حضرت حمزہؓ دیوانہ وار آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ یکایک ان کا پاؤں پھسلا اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑے۔ اسی وقت وحشی نے تاک کر اپنا چھوٹا سا نیزہ تانا، حبشیوں کی طرح نیزے کو اونچے بازو پر تولا، توازن کیا اور اپنی پوری قوت سے حضرت حمزہؓ کے جسم میں ترازو کر دیا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے شدید زخمی ہونے کے باوجود اٹھ کر اس پر حملہ کرنا چاہا، مگر وہ ایک گڑھے میں لڑکھڑا کر گر پڑے۔ اس کے باوجود آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے حضرت حمزہؓ الرفیق الاعلیٰ سے جا ملے اور شہادت عظمیٰ کے عظیم درجے پر فائز ہو گئے۔ بہادری اور جوانمردی کی انتہا دیکھئے کہ آخری وقت میں بھی آپ کے قدم آگے ہی بڑھے، پیچھے نہیں ہٹے۔ حضرت حمزہؓ نے بروز ہفتہ 15 شوال 3 ہجری بمطابق 23 مارچ 625ء کو جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 57 یا 59 سال تھی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جبل احد کے دامن میں قبلہ کی طرف تقریباً 70 مربع گز ایک چار دیواری میں کئی شہدائے احد کی قبور واقع ہیں۔ اس چار دیواری میں لوہے کا بڑا سلاخوں والا گیٹ لگا ہوا ہے۔ اس دروازہ کے سامنے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر دو قبور حضرت سیدنا حمزہؓ اور عبداللہؓ بن جحش کی ہیں۔ پھر ان قبور کے بعد ایک اندرونی چار دیواری جو بڑی چار دیواری کے اندر شمالی جانب ہے، میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے علاوہ دیگر شہدائے احد مدفون ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی قبر مبارک ایک ایسے شہید شہیر کی لحد ہے کہ ان کی شہادت بے مثال تھی جسے دیکھ کر حضور رسالت مآب کا دل بھر آیا تھا اور آنکھ نم آلود ہو گئی تھی۔ یہ مدفن زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے۔ یہ مزار منبع جذب و کیف ہے اور یہ حضرت حمزہؓ کی آخری آرام گاہ ہے جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر مصیبت اور راحت میں مدد کی تھی۔ اپنی شجاعت اور شمشیر زنی سے اسلامی قوت میں اضافہ کیا تھا۔

یہ بات نہایت اہم اور مستند ہے کہ حضرت حمزہؓ روحانی طور پر مدینہ کے والی اور حاکم ہیں، یہی وجہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں آج بھی کہیں جھگڑا ہو جائے اور دونوں فریق کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں تو اس دوران اگر ایک فریق اپنی صفائی میں حضرت حمزہؓ کا نام لے لے تو دوسرا فریق فوراً حضرت حمزہؓ کے احترام میں اپنے موقف سے دستبردار ہو جاتا ہے اور یوں معاملہ طے پا جاتا ہے۔

اہل مدینہ کا قول ہے: "من اراد ان یستشفع عند رسول اللہ (ﷺ) فلیستشفع بعمہ" جو چاہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کسی کا واسطہ لائے، اسے چاہیے کہ ان کے عم اکرم کا واسطہ لائے۔ چنانچہ اہل مدینہ کا قدیم سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب کسی پر کوئی مصیبت پڑتی یا کوئی کسی مشکل میں گھر جاتا ہے تو وہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی بارگاہ میں فریاد لے کر حاضر ہو جاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے "اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا! میں اس حالت میں نہایت مشکلات میں گرفتار ہوں، اپنے رؤف و رحیم بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میری سفارش فرمائیں تاکہ میری مصیبت دور اور مشکل حل ہو جائے۔ پھر وہ سیدھا حرم نبوی شریف میں مواجہ شریف کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کر کے التجا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے اس فریادی کی مشکل حل ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔

اے سید الشہداء! اے فاعل الخیرات، اے کاشف الکربات، اے ذاب عن وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر تا قیامت لاکھوں سلام

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

اے بادِ صبا! اے دور افتادہ لوگوں کی قاصد! ہمارے آنسوؤں کا ہدیہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے مرقد مقدس تک پہنچا دے۔

☆☆ .... ☆☆

اقرأ کی تقریب میں شرکت: اقرأ روضۃ الاطفال کے بانی ہماری مرکزی شوریٰ کے رکن، کراچی مجلس کے معزز راہنما مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ تھے۔ اب اقرأ کا نیٹ ورک پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ ایک سو سے زائد شاخوں سے اسی ہزار سے زائد بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کررہی ہیں، ہر سال سینکڑوں بچے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بہرہ ور ہورہے ہیں۔ اس میں ایک شعبۂ معہد الحافظات ہے، جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ کئی ایک بچیاں بی اے بھی کررہی ہیں۔ اس شعبہ سے اس سال آٹھ عالمات نے دورۂ حدیث شریف کیا۔ انہیں بخاری شریف بھی پڑھائی گئی۔ ختم بخاری کی تقریب ۲۷/ اپریل ۱۱ بجے صبح ہوئی۔ حضرت الامیر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ نیز اس سال چار سال دس ماہ کی ایک بچی عفیفہ عزیز نے ۸ ماہ تیرہ دن میں قرآن پاک یاد کیا، اس بچی نے اپنا آخری سبق حضرت الامیر دامت برکاتہم کو سنایا اور اقرأ کی طرف سے حضرت الامیر دامت برکاتہم کے ہاتھوں بچی کو شیلڈ دی گئی، جسے سامعین نے بڑے تعجب سے دیکھا اور بچی کے والدین کو مبارک باد پیش کی۔ اللہ پاک قرآن کریم کی برکت سے اس کی آنے والی زندگی کو ہر قسم کے شرور وفتن سے بچائے، یہ تقریب ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ حضرت الامیر دامت برکاتہم کے علاوہ مولانا محمد اعجاز مصطفی، مولانا مفتی خالد محمود نے مختصر بیان فرمایا اور یوں یہ مبارک تقریب بارہ بجے کے قریب اختتام پذیر ہوئی۔

کوٹ رادھاکشن میں ختم نبوت کانفرنس:

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے
دعوتی وتبلیغی پروگرامز

گزشتہ سے پیوستہ

۲۷/ اپریل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد مدرسہ فضیلات للبنات میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مولانا عبدالرزاق مجاہد، مولانا رضوان عزیز اور راقم الحروف نے خطاب کیا۔ کانفرنس عشاء تک جاری رہی، سینکڑوں مردوں اور خواتین نے کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا عبدالحق مدظلہ اور آپ کے رفقاء نے بھرپور انتظام کیا۔

جامعہ مدنیہ جدید میں خطاب: کوٹ رادھاکشن سے رائے ونڈ کے راستہ لاہور واپسی پر تھوڑی دیر کے لئے جامعہ مدنیہ جدید میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ کی ملاقات کے لئے جانا ہوا۔ حضرت مفتی صاحب اس وقت طلبا سے محو خطاب تھے۔ راقم کو دیکھ کر انتہائی محبت سے خیر مقدم کیا۔ خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے طلبا سے خطاب کا حکم فرمایا تو راقم نے تحریک ختم نبوت میں ہندو پاک کے علماء کرام کی خدمات کے عنوان پر بیان کیا۔ حضرت مفتی صاحب ہر سال علماء کرام کو صرف ونحو کی تربیت دیتے ہیں۔ امسال بھی ایک ہزار کے قریب طلبا اور علماء نے شرکت کی۔

عبقری میں حاضری: حکیم طارق محمود چغتائی ہمارے دیرینہ ساتھی ہیں، تقریباً تیس پینتیس سال قبل جب راقم بہاول پور میں مبلغ تھا تو حکیم صاحب احمد پور شرقیہ میں مطب کرتے تھے، ایک دینی خاندان سے نسبی ونسلی تعلق ہے۔ آپ کے دادا اور نانا علماء دین رہے ہیں۔ احمد پور شرقیہ سے لاہور منتقل ہوئے۔ عبقری رسالہ ماہنامہ کے طور پر شروع ہوا۔ عبقری میں بزرگوں کے مجرب وظائف اور طبی ٹوٹکے شروع کئے اور لوگوں کی دکھتی ہوئی رگوں پر ہاتھ رکھا۔ ایک طبیب سے پیر طریقت، شیخ الوظائف، جنات کے استاذ سمیت کئی ایک القاب سے ملقب ہوئے۔ لاہور میں تشریف لانے کے بعد خانقاہ مطب اور دوسرے کئی ایک شعبے قائم کئے۔ مزنگ چونگی کے مہنگے ترین علاقوں میں پانچ پانچ منزلہ پانچ پلازے بنائے۔ مطب کو ریسرچ گاہ کے ساتھ تبدیل کیا، کئی ایک طلبا کو جدید ذرائع سے آراستہ کرکے کئی ایک موذی امراض کے دفعیہ کے لئے ادویات تیار کیں۔ ماہنامہ عبقری جس کی اشاعت معروف اخباری رسائل سے بڑھ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کا مطب، مطب سے زیادہ خانقاہ کی شکل اختیار کرگیا۔ ۲۷/ اپریل کو چونگی امر سدھو اقرأ روضۃ الاطفال کے ختم بخاری کے پروگرام میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے اگلے دن مطب میں آنے کا حکم فرمایا تو عزیزی مولانا عبدالنعیم رحمانی، قاری عمر حیات، قاری محمد طاہر کی معیت میں حکیم صاحب کے مطب اور خانقاہ میں

حاضری ہوئی۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں ضرورت مند حضرات دم کرانے کے لئے حاضر ہوئے اور ان کے دم کا طریقہ پہلی مرتبہ دیکھا ان سے ملاقات ہوئی، معلومات ہوئیں سوشل میڈیا کے ذریعہ جدید مسائل پر حیرت انگیز معلومات سے آگاہ کیا مختلف علاقوں میں ماہانہ طبی اور خانقاہی دورے اور ان سے استفادہ کرنے والے حضرات جدید ذرائع ابلاغ کے لئے کروڑوں میں دیکھ کر حیرت ہوئی۔

گوجرانوالہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام، جامع مسجد فروزی میں چھ روزہ ختم نبوت کورس ۲۲ تا ۲۸ر اپریل تک منعقد ہوا جس میں تعداد عموماً تین سو کے قریب رہی۔ کورس سے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس خان قارن، مفتی غلام نبی، مولانا عبدالنعیم، قاری عبدالعزیز لاہور، مولانا محمد عارف شامی، مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر اور راقم الحروف کے لیکچر ہوئے۔ ۲۸ر اپریل کو تقریب اسناد کی تقریب منعقد ہوئی، جس کی صدارت مقامی امیر مولانا محمد اشرف مجددی نے کی اور پونے تین سو شرکاء کو اسناد اور لٹریچر دیا گیا۔ آخری روز آخری لیکچر محمد اسماعیل شجاع آبادی نے دیا اور اسناد بھی امیر محترم اور راقم الحروف کے ہاتھوں دلائی گئیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن باگڑیاں کے دورہ تفسیر میں شرکت: گوجرانوالہ کے ایک دیہات باگڑیاں میں مولانا حاجی محمد نعیم مدظلہ مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے ادارہ چلا رہے ہیں، جس میں سینکڑوں طلباء زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں۔ نیز مدرسہ تعلیم القرآن میں ہر سال شعبان و رمضان کی چھٹیوں میں دورہ تفسیر منعقد ہوتا ہے جس میں گوجرانوالہ کے معروف عالم دین مولانا مفتی محمد داؤد مدظلہ پورے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر پڑھاتے ہیں۔ آپ کا سبق صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتا ہے۔ مدرسہ کی منتظمہ شرکاء دورہ تفسیر کو فتنوں سے بچانے کے لئے انہیں فتنوں سے باخبر کرتے ہیں۔ امسال قادیانیت کے فتنہ سے نسل نو کو بچانے کے لئے ضلعی مبلغ مولانا محمد عارف شامی کی معرفت ۲۹، ۳۰ر اپریل و یکم مئی تین دن کے لئے راقم محمد اسماعیل شجاع آبادی کی فرمائش کی چنانچہ محمد اسماعیل نے ۲۹ر اپریل کو ظہر سے عصر تک عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر سبق پڑھایا۔ ۳۰ر اپریل کو رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام پر لیکچر دیا۔ یکم مئی اوصاف نبوت پر لیکچر دیا۔ مولانا محمد عارف شامی اور مولانا مفتی غلام نبی کی معیت و رفاقت حاصل رہی۔ ☆☆☆

دوروزہ ختم نبوت کورس، اوکاڑہ

اوکاڑہ..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام یکم اپریل ۲۰۱۹ء کو مدرسہ محمدیہ حنفیہ بصیر پور شہر ضلع اوکاڑہ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں بھائی محمد احمد مدنی نے نعت پیش کی اور قاری عبدالرؤف نے تلاوت کی جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا عبدالرزاق اور مولانا عزیز الرحمن ثانی کا بیان ہوا۔ مدرسہ کی کارکردگی مولانا محمد حسن نے بیان کی۔ اختتامی دعا اور صدارت مولانا مشتاق احمد نے کرائی۔ ۹، ۱۰-۲۰۱۹ اپریل کو خان کالونی شہر اوکاڑہ میں دو روزہ ختم نبوت کورس منعقد کیا گیا، پہلے دن ساہیوال کے مرکزی مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی اور مولانا عبدالرزاق کا بیان ہوا۔ دوسرے دن لاہور کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا عزیز الرحمن ثانی کا بیان ہوا۔ شرکاء کی خوب حاضری تھی، آخر میں اسناد دی گئیں کورس کی صدارت مولانا عبدالرحمن ملا، حافظ محمد حنیف قادری نے فرمائی۔ تمام اسباق پروجیکٹر کے ذریعہ دکھائے اور پڑھائے گئے مسئلہ ختم نبوت، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی شخصیت پر دلائل دیے گئے۔

کوٹ رادھا کشن میں ختم نبوت کانفرنس

کوٹ رادھا کشن..... مورخہ ۲۷ر اپریل ۲۰۱۹ء کو کوٹ رادھا کشن ضلع قصور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ قاری محمود نے تلاوت فرمائی مولانا فضل اور عوامی شاعر مولانا غلام اللہ میواتی کی پُر سوز نعت نے دلوں کو گرما دیا۔ حافظ اسامہ نصیر نے نقابت کی۔ ضلع قصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق اور مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی اور حضرت مولانا رضوان عزیز کے مدلل بیانات ہوئے۔ مولانا عبدالحق امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل کوٹ رادھا کشن مہمانوں کا استقبال کرتے رہے اور حافظ امتیاز برادران نے بہت اچھے انتظامات کئے، اسی طرح علاقہ کی مستورات اور طالبات کے لئے مدرسہ فضیلت للبنات کے مدرسہ میں انتظامات کئے گئے۔ علاقہ کی معروف شخصیت جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا عبدالغنی صاحب کے صدارتی کلمات اور دعا سے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

قسط:۱۵

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

دافع البلاء میں لکھا ہے:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے، گویا وہ انگریز ہی کو اپنا خدا سمجھتا اور اسی کی عبادت کرتا تھا (یقیناً انگریزوں کی عادتیں شراب نوشی وغیرہ اس میں سرایت کر گئیں تو اپنے اور انگریزوں کے درمیان فرق مٹا ہوا نظر آیا)۔

آئینہ کمالات میں لکھتا ہے:

''میں نے خواب دیکھا کہ خود خدا ہوں، میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا، پہلے لکھا: ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا، پھر خود ہی کو خدا بنالیا۔ یعنی خدا نے خدا کو قادیان میں بھیجا تھا۔ اپنی کتاب کتاب البریہ میں لکھتا ہے:

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔''

یعنی میں خود ہی خدا ہوں، اب یہ خدائی کا دعویٰ ہوگیا اور اس سے بڑھ کر یہ بات کہ خدا کو بھی کشف ہوگیا۔ استغفر اللہ!

خدائی کے اس دعوے کی عملی صورت آپ درج ذیل تحریر میں دیکھ سکتے ہیں، کتاب البریہ میں پھر لکھتا ہے:

''خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا، (وجود میں داخل ہونا، یعنی حلول کر جانا، یہ خالص ہندوؤں کا عقیدہ ہے) اور میرا عقیدہ اور علم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہوگیا۔ اور اس حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں، سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا، جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہیں تھی، پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں، پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا: ''انا زینا السماء الدنیا بمصابیح'' پھر میں نے کہا: اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کریں گے، پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا: ''اردت ان استخلف فخلقت آدم، انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' یعنی میں نے اپنا نائب بنانے کا ارادہ کیا، پس میں نے آدم کو پیدا کیا، بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔''

آپ نے غور کیا، یہاں مرزا نے خود کو مکمل طور پر خدا کہہ دیا ہے، یہاں تک کہہ گیا کہ زمین، آسمان اور انسان تک کو میں نے پیدا کیا۔ اس طرح کی حالت پاگلوں کی اپنے دوروں میں عموماً ہوجاتی ہے، ایسے شخص کو جب لوگ نبی مان لیں تو ان عقلوں پر سوائے رونے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

عجائب وغرائب:

مرزا کی ایک عجیب تحریر بھی پڑھ لیں، یہ تحریر اس کی کتاب حقیقت الوحی میں دیکھی جاسکتی ہے:

''ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا، گویا آسمان سے خدا اترے گا۔''

مطلب یہ کہ پہلے خود مرزا خدا بنا، اب اپنے لڑکے کو خدا بنانے پر اتر آیا۔

کشتی نوح کی تحریر اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے، لکھتا ہے:

''مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا (یعنی پہلے میں مریم تھا، یعنی پہلے مرزا مرد نہیں عورت تھا پھر عورت سے مرد بنا یعنی مریم سے عیسیٰ بن گیا) پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔''

یعنی اس طرح میں مریم کا بیٹا بن گیا، مطلب یہ کہ مریم ہی مریم کا بیٹا بن گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور ان لوگوں کو عقل عطا فرمائے جو اس شخص کو نبی مان بیٹھے اس شخص کو تو انسان ماننا بھی بہت مشکل کام تھا، یہاں مرزا یہ بھول گیا کہ وہ ازالۂ اوہام میں کیا لکھ آیا ہے۔

چلئے مرزا تو بھول گیا یا اس نے جان بوجھ کر یہ بات بھلا دی، لیکن ہم تو مرزائیوں کو یاد کرا سکتے ہیں نا تا کہ وہ عقل کے ناخن لیں۔ ہاں تو مرزا نے ازالۂ اوہام میں واضح طور پر لکھا ہے کہ: میں نے ابن مریم ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا، جو شخص مجھ پر یہ الزام لگائے کہ میں نے ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا ہے، وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے (یعنی اس نے یہ بات اپنی طرف سے گھڑی ہے اور وہ پکا جھوٹا ہے) میں تو سات سال سے یہی شائع کرتا چلا آرہا ہوں کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ (ازالۂ اوہام: ۱۹۰)

اور یہ بات اس نے ازالۂ اوہام ہی میں نہیں لکھی اور بھی کئی کتابوں میں اس کا صاف اعلان کیا ہے، مثلاً تبلیغ رسالت میں لکھا: ''مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں۔''

ہم حیران ہیں کہ مرزا کو آخر کس درجے کا جھوٹا قرار دیں؟ خود ایک بات لکھی، پھر اس کو جھٹلایا، پھر ایک بات لکھی، پھر اس کو جھٹلایا، یہ سب اس کی کتابوں میں عام ملتا ہے۔

آئیے ذرا دیکھیں، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شان میں کیا کچھ لکھا ہے؟ آپ کی ذات بابرکات پر غیر مسلم تو انگلی نہ اٹھا سکے، لیکن مرزا اور ہی مخلوق تھا، وہ اپنی اندرونی غلاظت دکھا کر رہا، لکھتا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تین ہزار ہیں۔'' (تحفۂ قیصریہ)

''میرے نشانات دس لاکھ ہیں۔'' (براہین احمدیہ، جلد پنجم)

''نشان اور معجزہ ایک ہی چیز ہے۔'' (براہین احمدیہ، جلد پنجم)

مرزا کی ان تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے ہمارے بزرگ عالم دین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں، ہر ہر معجزے کو الگ الگ سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اب مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو چاہئے کہ وہ مرزا قادیانی کے دس لاکھ معجزات پر کوئی کتاب لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کریں تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ معجزات آخر کیا تھے۔''

لیکن آج تک کوئی مرزائی یہ جرأت نہ کر سکا، دس لاکھ تو کیا، کوئی ایک معجزہ بھی لکھ کر دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکا۔

مرزا کے سامنے اس کے ایک مرید قاضی ظہور اکمل قادیانی نے یہ اشعار لکھ کر پیش کئے، مرزا نے ان کو پڑھ کر خوشی کا اظہار کیا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اسی طرح قاضی اکمل نے ایک اور نظم لکھی، جس طرح ہم رسول مدنی (عربی قواعد کے مطابق مدینہ سے نسبت مدنی بنتی ہے) کہتے ہیں، اسی طرح اس نے غلام احمد کو رسول قدنی (قادیان سے قدنی جو کسی قاعدے کے مطابق درست نہیں) لکھا ہے۔ دو شعر اس نظم کے بھی پڑھ ہی لیں:

پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے

(یعنی پہلے بھی تو ہی محمد کے نام سے مبعوث ہوتھا، استغفر اللہ!)

پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے
تجھ پہ پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی
آسمان اور زمین تو نے بنائے ہیں نئے
تیرے کشفوں پہ ہے ایمان رسول قدنی

آپ نے اشعار پڑھے، ان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا نے نئے آسمان اور زمین بنائے ہیں، پہلے والے زمین اور آسمان پرانے ہو گئے تھے نا، ان سے گزارا نہیں ہو رہا تھا، اس لئے نئی زمین اور نئے آسمان بنانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے مرزا نے بنائے۔

یہ اشعار پڑھ کر نہ تو مرزا نے کوئی اعتراض کیا، نہ اس کو نبی ماننے والوں نے۔ اب یہ نبوت سے آگے خدائی کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے اور اپنی تحریروں میں وہ لکھ بھی چکا ہے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں ہی خدا ہوں یعنی جاگنے پر یقین کر لیا، بات صرف خواب کی نہ رہ گئی۔

اب دل پر ہاتھ رکھ کر مرزا کے بیٹے بشیر الدین محمود کی ایک ہذیانی تحریر پڑھ لیں، یہ مرزائیوں کا دوسرا خلیفہ بھی بنا تھا، آخر عمر میں اسے فالج ہو گیا تھا، آٹھ سال تک بستر پر پڑا ایڑیاں رگڑتا رہا (اس کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے) اس کا یہ بیان مرزائی اخبار ''الفضل'' قادیان نمبر ۵ جلد نمبر ۱۰، ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء میں چھپا، لکھتا ہے:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔''

(جاری ہے)

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاویٰ ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486